﴾بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴿ ﴾......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴿(آل عمران:۷۴) ﴾......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴿ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد12

جمعۃ المبارک 02/دسمبر2005ء

29/شوال1426ہجری قمری ۞ 02/فتح 1384 ہجری شمسی

شمارہ 48

عاشق قرآن کا اعزاز

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

عاشق قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھ اور درجات میں ترقی کرتا جا۔ اور اسی طرح خوش الحانی سے پڑھ جس طرح دنیا میں پڑھتا تھا۔ تیرا مقام اس آخری آیت تک ترقی پذیر ہے جو تو تلاوت کرے گا۔

(جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن باب من قرَءَ حَرفًا)

﴾ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴿

جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہاں آنے یا رہنے سے دنیاوی کاروبار میں حرج ہو گا وہ بیمار ہے۔ اسے اس بیماری کا علاج کرنا چاہئے۔

ضروری ہے کہ ہماری کتابوں کو غور سے پڑھیں اور فکر کریں۔ ایمان تب سلامت رہتا ہے کہ باطن پر نظر رکھی جاوے۔

لوگ اپنے دل سے ہی ایک خیالی تصویر بنا لیتے ہیں کہ نبی ایسا ہونا چاہئے اور چونکہ اس تصور کے مطابق اسے نہیں پاتے اس لحاظ سے ٹھوکر کھاتے ہیں۔

26/ستمبر1905ء: قبل دوپہر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

’’یہ بھی غنیمت ہے کہ انسان اس جگہ کی صحبت کو غنیمت سمجھے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہاں آنے یا رہنے سے دنیاوی کاروبار میں حرج ہو گا وہ بیمار ہے۔ اسے اس بیماری کا علاج کرنا چاہئے۔ دنیا کے کام تو کبھی ختم نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں جب تک خود انسان خدا تعالیٰ سے توفیق پا کر ان کا خاتمہ نہ کر دے۔

ابھی ہماری جماعت کو سمجھنے کے لئے بہت سی باتیں ہیں۔ رفتہ رفتہ تحریک ہوتی ہے۔ کسی مجمع میں کوئی تحریک ہوگئی اور کسی میں کوئی۔ اس لئے جب تک یہاں انسان ایک عرصہ تک نہ رہے یا کثرت کے ساتھ نہ آتا رہے کم فائدہ ہوتا ہے اور یہ بڑی خامی اور بے قدری ہوتی ہے اور سلسلہ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔ جب ایک شخص سلسلہ میں داخل ہوتا ہے اور وہ توجہ کے ساتھ ان مسائل پر جو ہم پیش کرتے ہیں نظر نہیں کرتا اور پھر اگر اس سے کوئی سوال کرتا ہے تو اُسے چپ ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہماری کتابوں کو غور سے پڑھیں اور فکر کریں اور یہاں رہیں اور ان ایّام کی قدر کریں۔

جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا یہ دن وہ نہیں ہیں جن کے لئے بہت سے سعید لوگ حسرت کرتے چلے گئے ہیں اور یہ امور کتابوں میں درج ہیں کہ کس طرح پر ہزاروں رُوحیں اس آرزو میں اس دُنیا سے رخصت ہوئیں کہ وہ مسیح موعود کے زمانہ کو پالیتیں۔ مگر اس زمانہ کے لوگ جس طرح پر ان ایّام کی قدر نہیں کرتے اور مخالفت سے پیش آتے ہیں کیا تعجب اگر وہ یہ زمانہ پاتے تو وہ سیر ہو جاتے۔

اسی طرح پر آج کل لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہوتے تو ہم اس طرح خدمت کرتے اور یہ اخلاص دکھاتے اور یہ کرتے اور وہ کرتے۔ لیکن سچ یہی ہے کہ اگر یہ لوگ اُس وقت ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے جو آج کل ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔ زمانہ کی معاصرت بھی ایک روک ہے۔ اس سے لوگوں کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک رنگ کا ابتلا ہے۔

ذوالنّون مصری ایک باکمال شخص تھا اور اس کی شہرت باہر دور دور پہنچی ہوئی تھی۔ ایک شخص اس کے کمال کو سُن کر اس کے ملنے کے واسطے گیا اور گھر پر جا کر اسے پکارا تو اس کو جواب ملا کہ خدا جانے کہاں ہے۔ کہیں بازار میں ہو گا۔ وہ جب بازار میں ان کی تلاش کرتا ہوا پہنچا تو وہ بازار میں معمولی طور پر سادگی سے کچھ سودا خرید رہا تھا۔ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ذوالنون ہے۔ اس نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا پست قامت آدمی ہے۔ معمولی سا لباس ہے۔ چہرہ پر کچھ وجاہت نہیں۔ معمولی آدمیوں کی طرح بازار میں کھڑا ہے۔ اس سے اس کا سارا اعتقاد جاتا رہا اور کہا کہ یہ تو ہماری طرح ایک معمولی آدمی ہے۔ ذوالنون نے اس کو کہا کہ تو کس لئے میرے پاس آیا ہے جبکہ تیرا ظاہر پر خیال ہے۔ ذوالنون نے اس کے مافی الضمیر کو دیکھ لیا۔ اس لئے کہا کہ تیری نظر ظاہر پر ہے۔ تجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

ایمان تب سلامت رہتا ہے کہ باطن پر نظر رکھی جاوے۔ کہتے ہیں لقمان بھی سیاہ منظر تھے۔ یہی وجہ ہے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں اور برگزیدوں کے پاس ارادت سے جانا سہل ہے لیکن ارادت سے واپس آنا مشکل ہے۔ کیونکہ ان میں بشریت ہوتی ہے اور ان کے پاس جانے والے لوگوں میں سے اکثر ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے دل میں اس کی ایک فرضی اور خیالی تصویر بنا لیتے ہیں لیکن جب اس کے پاس جاتے ہیں تو وہ اس کے برخلاف پاتے ہیں جس سے بعض اوقات وہ ٹھوکر کھاتے ہیں اور ان کے اخلاص اور ارادت میں فرق آ جاتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے کھول کر بیان کر دیا کہ ﴾قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ﴿ (حم السجدۃ:7) یعنی کہہ دو کہ بیشک مَیں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں۔ یہ اس لئے کہ وہ لوگ اعتراض کرتے تھے ﴾وَقَالُوْا مَا لِھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ﴿ (الفرقان:8) اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ ان کو آخر یہی جواب دیا گیا کہ یہ بھی ایک بشر ہے اور بشری حوائج اس کے ساتھ ہیں۔ اس سے پہلے جس قدر نبی اور رسول آئے وہ بھی بشر ہی تھے۔ یہ بات انہوں نے بنظر استخفاف کہی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ خود ہی بازاروں میں عموماً سودا سلف خرید ا کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کا جو نقشہ تھا وہ تو نری بشریت تھی جس میں کھانا، پینا، سونا، چلنا، پھرنا وغیرہ تمام امور اور لوازم بشریت کے موجود تھے۔ اس واسطے ان لوگوں نے رد کر دیا۔ یہ مشکل اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ لوگ اپنے دل سے ہی ایک خیالی تصویر بنا لیتے ہیں کہ نبی ایسا ہونا چاہئے اور چونکہ اس تصویر کے موافق وہ اسے نہیں پاتے اس لحاظ سے ٹھوکر کھاتے ہیں۔ یہ مرض یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ بعض شیعوں کا بعض آئمہ کی نسبت خیال ہے کہ وہ مُنہ کے راستہ پیدا ہوئے تھے۔ لیکن یہ باتیں ایسی ہیں کہ ایک عقلمند ان کو کبھی قبول نہیں کر سکتا بلکہ ہنسی کرتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو شخص گزر جاوے اس کی نسبت جو چاہو تجویز کر لو کہ وہ آسمان سے اُترا تھا یا مُنہ کے راستہ پیدا ہوا تھا۔ لیکن جو موجود ہیں ان میں بشری کمزوریاں موجود ہیں۔ وہ روتا بھی ہے، کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی ہے۔ غرض ہر قسم کی بشری ضرورتوں اور کمزوریوں کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کو دیکھ کر ان لوگوں کو جو انبیاء و رسل کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی جو اللہ تعالیٰ کو ان کے اس قسم کے اعتراضوں کا رد کرنا پڑا اور ﴾قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ﴿ (حم السجدۃ:7) کہنا پڑا۔ یعنی مجھ میں بشریت کے سوا جو امر تمہارے اور میرے درمیان فارق اور مابہ الامتیاز ہے وہ یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں یہ اعتراض بھی منقول ہوا ہے کہ یہ تو بیویاں کرتا ہے۔ اس کے جواب میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں جو بیوی نہ رکھتا ہو۔ غرض ایسی باتوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ413-415 جدید ایڈیشن)

مبلغین سلسلہ کے لئے ضروری ہدایات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

’’اس کام کے واسطے وہ آدمی موزوں ہوں گے جو کہ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ(یوسف:۹۱) کے مصداق ہوں۔ان میں تقویٰ کی خوبی بھی ہو اور صبر بھی ہو۔پاک دامن ہوں۔فسق و فجور سے بچنے والے ہوں۔معاصی سے دور رہنے والے ہوں لیکن ساتھ ہی مشکلات پر صبر کرنے والے ہوں۔لوگوں کی دشنام دہی پر جوش میں نہ آئیں ہر طرح کی تکلیف اور دکھ کو برداشت کر کے صبر کریں۔کوئی مارے تو بھی مقابلہ نہ کریں جس سے فتنہ و فساد ہو جائے۔دشمن جب گفتگو میں مقابلہ کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے جوش دلانے والے کلمات بولے جن سے فریق مخالف صبر سے باہر ہو کر اس کے ساتھ آمادہ بجنگ ہو جائے‘‘۔(ملفوظات جلد پنجم صفحہ۳۱۸)

۞......اخراجات کے معاملہ میں ان لوگوں کو صحابہؓ کا نمونہ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ فقر و فاقہ اُٹھاتے تھے اور جنگ کرتے تھے۔ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی لباس کو اپنے لیے کافی جانتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہوں کو جا کر تبلیغ کرتے تھے۔............واعظ ایسے ہونے چاہئیں جن کی معلومات وسیع ہوں۔حاضر جواب ہوں۔صبر اور تحمل سے کام کرنے والے ہوں۔کسی کی گالی سے افروختہ نہ ہو جائیں۔اپنے نفسانی جھگڑوں کو درمیان میں نہ ڈال بیٹھیں۔خاکسارانہ اور مسکینانہ زندگی بسر کریں۔سعید لوگوں کو تلاش کرتے پھریں جس طرح کہ کوئی کھوئی ہوئی شے کو تلاش کرتا ہے۔

مفسدہ پرداز لوگوں سے الگ رہیں۔جب کسی گاؤں میں جائیں وہاں دو چار دن ٹھہر جائیں۔جس شخص میں فساد کی بدبو پائیں اس سے پرہیز کریں۔کچھ کتابیں اپنے پاس رکھیں جو لوگوں کو دکھائیں۔جہاں مناسب جانیں وہاں تقسیم کردیں‘‘۔(ملفوظات جلد پنجم ۳۱۹)

حضرت اقدسؑ نے فرمایا:-’’اگر چند آدمی ہماری جماعت میں سے بھی تیار ہوں جو مسائل سے واقف ہوں اور اُن کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ قانع بھی ہوں تو ان کو باہر تبلیغ کے لئے بھیجا جاوے۔بہت علم کی حاجت نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سب اُمّی ہی تھے۔حضرت عیسیٰؑ کے حواری بھی اُمّی تھے۔تقویٰ اور طہارت چاہئے۔سچائی کی راہ ایک ایسی راہ ہے جو اللہ تعالیٰ خود ہی عجیب عجیب باتیں سجھا دیتا ہے۔..........چاہیے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تلخ زندگی کو گوارا کرنے کے لئے تیار ہوں اور ان کو باہر متفرق جگہوں میں بھیجا جاوے۔بشرطیکہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہو۔تقویٰ اور طہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہوں۔مستقل،راست قدم اور بردبار ہوں اور ساتھ ہی قانع بھی ہوں اور ہماری باتوں کو فصاحت سے بیان کر سکتے ہوں۔مسائل سے واقف اور متقی ہوں کیونکہ متقی میں ایک قوت جذب ہوتی ہے۔وہ آپ جاذب ہوتا ہے۔وہ اکیلا رہتا ہی نہیں۔جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔اس نے پہلے ازل سے ہی ایسے آدمی رکھے ہیں جو بکلی صحابہؓ کے رنگ میں رنگین اور انہیں کے نمونہ پر چلنے والے ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر طرح کے مصائب کو برداشت کرنے والے ہوں گے اور جو اس راہ میں مر جائیں گے وہ شہادت کا درجہ پائیں گے‘‘۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ۳۱۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مبلغین کو ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

۞......مفید اور اچھا نتیجہ اس صورت میں نکل سکتا ہے کہ یہ دونوں باتیں حاصل ہوں۔ہاتھوں میں طاقت اور قوت بھی ہو اور کام کی مشق ہو اور ہتھیار بھی اعلیٰ درجہ کے ہوں۔

۞......مبلغ کا کام یہ ہے کہ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ سارے کا سارا دنیا میں پہنچا دے اور جو حصہ جس کے متعلق ہے اسے پہنچائے۔

۞......مبلغ کا کام دل سے غلط باتوں کا نکالنا اور ان کی جگہ صحیح باتوں کو داخل کرنا ہوتا ہے۔

۞......تبلیغ کرنے والوں کے لئے یہ دونوں باتیں نہایت ضروری ہیں کہ وہ عقلی دلائل کا ظاہری نمونہ بھی ہوں اور پھر جذبات بھی ان میں موجود ہوں۔یوں تو ہر وقت ہی ہوں مگر تقریر کرتے وقت خاص طور پر ابھرے ہوئے ہوں۔

۞......سب سے پہلے ضروری بات ہے کہ مبلغ بے غرض ہو......واعظ کو بالکل مستغنی المزاج اور بے غرض ہونا چاہیے......سوال کرنے سے واعظ کو بالکل بچنا چاہئے۔

۞......مبلغ کو دلیر ہونا چاہئے اور کسی سے ڈرنا نہیں چاہئے اور ایسے علاقوں میں جانا چاہئے جہاں تا حال تبلیغ نہ ہوئی ہو۔

۞......مبلغ کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ جہاں جائے وہاں کے لوگوں پر ثابت کر دے کہ وہ ان کا ہمدرد اور خیر خواہ ہے جب لوگ اسے اپنا خیر خواہ سمجھیں گے تو اس کی باتوں کو بھی سنیں گے۔

۞......ہر مبلغ کو چاہیے کہ وہ جغرافیہ،تاریخ،حساب،طب،آداب گفتگو،آداب مجلس وغیرہ علوم کی واقفیت ضرور رکھتا ہو......اس کے لئے ہر علم کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینی چاہئیں۔پھر واقعات حاضرہ سے واقفیت ضروری ہے۔

۞......مبلغ کے لئے یہ ضروری ہے کہ غلیظ نہ ہو۔تاکہ لوگوں کو نفرت نہ پیدا ہو۔

۞......جہاں تک ہو سکے مبلغ کے لئے یہ ضروری ہے کہ بہت کم خرچ کرے۔

۞......مبلغ میں خودستائی نہ ہو......مبلغوں کو چاہیے کہ اپنے لیکچروں اور مباحثوں کی خود تعریفیں نہ سنایا کریں۔

۞......فرض عبادات کو ہر ایک مبلغ ادا کرتا ہی ہے لیکن ان کے لئے تہجد پڑھنا بھی ضروری ہے۔

۞......ہر ایک مبلغ کو دعا سے ضرور کام لینا چاہیے اور اس کو کسی حالت میں نہ چھوڑنا چاہیے۔

۞......مبلغ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں انتظامی قابلیت ہو۔اگر اس میں یہ قابلیت نہ ہو گی تو اس کا دائرہ عمل بہت محدود ہوگا۔

۞......دشمن کو کبھی حقیر نہ سمجھو اور اس کے ساتھ ہی کبھی یہ خیال اپنے دل میں نہ آنے دو کہ تم اس کے مقابلہ میں کمزور ہو۔

۞......مبلغ کے لئے یہ ضروری ہے وہ کسی پارٹی میں اپنے آپ کو داخل نہ سمجھے بلکہ سب کے ساتھ اس کا ایک جیسا

باقی صفحہ نمبر 16پر ملاحظہ فرمائیں

مَا شَآءَ اللّٰہ

(گیت)

(مَیں یہ گیت واقعہ مونگ کے حوالے سے اس واقف نو، مجروح، بہادر اور مجاہد بچے کے نام کرتا ہوں جس نے اپنے والد کی شہادت اور خود گولیوں سے گھائل ہونے کے باوجود کمال صبر وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا...... مجھے معلوم ہے کہ میرے والد شہید ہو چکے ہیں۔مَیں وقف نو کا بچہ ہوں ۔اس لئے آپ گھبرائیں نہیں ، مجھے کچھ نہیں ہوگا۔

تاریخ احمدیت کا یہ زرّیں واقعہ جس خراج تحسین کا متقاضی ہے وہ تو قیامت تک آنے والی احمدی نسلیں اسے ادا کرتی رہیں گی مگر یہ گیت ایک ایسے شاعر کے دلی درد کا غماز ہے جس کے نزدیک اس واقعہ کی عظمت کے لحاظ سے اسے بیان کرنے کے لئے دنیا کی کسی بھی لغت میں مناسب و موزوں الفاظ موجود نہیں۔پھر بھی جہاں تک ممکن ہو سکا اس گیت میں اس واقعہ کی اہمیت وعظمت کی روح برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے)

(جمیل الرحمن)

دیکھ لو کیسے وفا پھولتی پھل لاتی ہے
کس طرح خون سے تقدیر لکھی جاتی ہے

(الاپ)

کس دشمن سے ڈر سکتی ہے
وہ قوم کہاں مر سکتی ہے
جس قوم کے بچے ایسے ہوں
فولاد صفت ، قدسی پیکر
مینارِ یقیں ، روشن اختر
اَللّٰہ ،اَللّٰہ ،مَا شَآءَ اللّٰہ
جو اپنا منصب جانتے ہوں
جو مولیٰ کو پہچانتے ہوں
جس قوم کے بچے ایسے ہوں
وہ قوم کہاں مر سکتی ہے

کوئی کہہ دے ان لوگوں سے
پنجہ نہ لڑائیں شیروں سے
تسخیر نہیں ہونے والے
ہم تیغوں اور بندوقوں سے
ایماں پر اڑنے والے ہیں
ہم موت سے لڑنے والے ہیں
کب روک سکو گے رستے کو
دیکھو تو ذرا اس بچے کو
جس قوم کے بچے ایسے ہوں
وہ قوم کہاں مر سکتی ہے

چٹانوں سے جیسے پانی
یوں خوں کے دھارے بہتے ہوں
لاشہ ہو سامنے والد کا
پر تان کے سینہ کہتے ہوں
ہم وقفِ نو کے بچے ہیں
ہم قول وعمل کے سچے ہیں
آزاد ہے اپنا جی غم سے
شیون نہ سنو گے تم ہم سے
جس قوم کے بچے ایسے ہوں
وہ قوم کہاں مر سکتی ہے

تم خون کی ہولی کھیل چکے
اب اس کے رنگوں کو دیکھو
ہتھیار اٹھائے تھے تم نے
اب ناوکِ یزداں بھی جھیلو
اک روز تمہیں وہ آلے گا
بھاگو تم کتنا بھاگو گے
اب دور نہیں ہیں وہ لمحے
جب یہ سوچو یہ مانو گے
جس قوم کے بچے ایسے ہوں
وہ قوم کہاں مر سکتی ہے
کب دشمن سے ڈر سکتی ہے

(جمیل الرحمن۔ ہالینڈ)

خدا کی تقدیر یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ ہر سال احمدیت کے حق میں ایک نئی شان لے کر آئے گا۔ ہر سال احمدیت کا سال ہوگا۔ (ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سانحہ مونگ۔ احمدیت کی تاریخ میں خون شہیداں سے رقم ایک اور باب کا اضافہ

مونگ ضلع منڈی بہاؤالدین میں ہونے والے بہیمانہ واقعہ کی تفصیلات اور افراد جماعت کے صبر و استقامت کی روشن مثالیں

(محمد رئیس طاہر)

حالت نماز میں دلی جذبات اور احساسات کے ساتھ جسم و جان کو بھی خدا کی راہ میں پیش کر دینا صلحاء کی قدیم سے روایت ہے۔ اس روایت کو ایک دفعہ پھر زندہ کرنے کی توفیق مونگ ضلع منڈی بہاؤالدین کی چھوٹی سی جماعت احمدیہ کے نمازیوں کو ملی ہے۔ 7/اکتوبر 2005ء، رمضان المبارک 1426ھ کا دوسرا دن۔ مونگ کی مسجد احمدیہ میں نماز فجر کی دوسری رکعت تھی کہ انسان دشمنوں نے گولیوں کی برسات کردی۔ 8 روزہ دار راہ مولیٰ میں قربان ہوگئے اور 16 کے قریب زخمی ہوئے۔ اس دلدوز واقعہ نے تمام عالم احمدیت میں غم کی کیفیت طاری کردی اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہونے کے ساتھ ساتھ احمدی کثرت سے اپنے بھائیوں کے غم میں شریک ہونے کے لئے پہنچنے لگے۔

11/اکتوبر 2005ء کو دفتر روزنامہ الفضل اور MTA پاکستان کا ایک وفد سانحہ مونگ میں قربان ہوجانے والوں کے ورثاء سے تعزیت اور زخمیوں کی عیادت کے لئے مونگ رسول اور سول ہسپتال منڈی بہاؤالدین گیا۔ اس وفد میں خاکسار (محمد رئیس طاہر)، محترم آغا سیف اللہ صاحب مینیجر روزنامہ الفضل، محترم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل، مکرم شہزاد احمد صاحب کارکن روزنامہ الفضل، مکرم فضیل عیاض احمد صاحب، مکرم کامران احمد صاحب، مکرم محسن احمد صاحب (MTA) اور جامعہ کے دو اساتذہ مکرم شبیر احمد صاحب ثاقب اور مکرم انتصار احمد نذر صاحب شامل تھے۔ وفد امیر ضلع مکرم محمود احمد صاحب خالد، نائب امیر مکرم عزیز الحق رامہ صاحب اور قائد ضلع مکرم نجیب احمد صاحب کے بھرپور تعاون پر شکرگزار ہے۔ آیئے آپ کو بھی مونگ لے چلیں اور مظلوموں سے ملائیں۔

مونگ کی تاریخ

مونگ ایک تاریخی حیثیت کا حامل گاؤں ہے۔ اس گاؤں کی تاریخی روایات کا سلسلہ اڑھائی ہزار سال قبل ملتا ہے۔ ساڑھے تین سو سال قبل مسیح اس گاؤں کے اردگرد راجہ پورس اور سکندر اعظم کی لڑائی ہوئی تھی۔ راجہ پورس کے ایک وزیر کا نام تھا ''موہگہ''۔ اس کے نام پر یہ گاؤں آباد ہوا جو بعد میں نام بدلتے بدلتے ''مونگ'' بن گیا۔ ایک دفعہ کچھ انگریز اس گاؤں کی تاریخی حیثیت کے حوالے سے جائزہ بھی لینے آئے تھے اور انہیں قدیم آبادی کے نشانات کے طور پر برتنوں کے کچھ ٹکڑے بھی ملے تھے۔ یہ قصبہ منڈی بہاؤالدین شہر سے شمال مشرق کی سمت دس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور اس کی آبادی قریباً بیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اس گاؤں میں لڑکوں کا ہائی سکول ہے اور لڑکیوں کا انٹرمیڈیٹ کالج ہے۔ یہ گاؤں انتظامی لحاظ سے یونین کونسل پر مشتمل ہے اور اس گاؤں میں آٹھ نمبردار ہیں جن میں سے ایک نمبردار احمدی ہیں۔

اس گاؤں سے چار پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر رسول پاور سٹیشن اور گورنمنٹ ٹیکنیکل کالج رسول واقع ہے۔ اس گاؤں میں 25 مساجد ہیں جبکہ احمدیوں کی بیت الذکر ایک ہی ہے۔ احمدیہ بیت الذکر تقریباً 80 سال قدیم ہے۔ مکرم راجہ داؤد احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر راجہ مسعود احمد صاحب نے بتایا کہ ان کے پاس ان کی 13 پشتوں کا ریکارڈ موجود ہے۔

مونگ میں احمدیت

گاؤں کے پرانے بزرگوں کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی یہاں احمدیت کا پیغام پہنچ چکا تھا اور دو یا تین بزرگوں کو حضور کا صحابی بننے کی سعادت حاصل ہوئی جن میں ایک کا نام بہادر صاحبؓ ولد عمر صاحب ہے جو جٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔

مسجد احمدیہ قریباً 80 سال پرانی ہے۔ ایک سال قبل پرانی مسجد کے دائیں طرف ایک نیا ہال تعمیر کیا گیا ہے۔ جس میں یہ بہیمانہ واقعہ ہوا۔ گاؤں میں احمدیوں کی تعداد اس وقت 150 کے قریب ہے۔

مذہبی فضا

مونگ گاؤں میں مذہبی فضا ہمیشہ سے ہی پرامن رہی ہے اور اس سانحہ سے قبل بھی انتہائی پرامن تھی۔ گاؤں کے جنرل کونسلر راجہ انصر محمود اور نمبردار رانا ذوالفقار نے بھی اس بات کا اظہار کیا کہ ہم سب گاؤں میں بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔ ہمارا کھانا پینا ایک ہے۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شامل ہوتے ہیں۔ احمدی، سنی اور شیعہ موجود ہیں مگر کبھی بھی مذہبی منافرت کا واقعہ ہمارے گاؤں میں نہیں ہوا۔ انہوں نے یہ بھی کہا یہ بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ ہم احمدیوں کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔ ہماری آپس میں رشتہ داریاں ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ہیں۔ اس کے علاوہ اس واقعہ پر تمام گاؤں نے احمدیوں کے ساتھ بہت حسن سلوک کیا۔ جب فائرنگ کا سنا تو گاؤں کا ہر فرد بلا امتیاز زخمیوں کی مدد کے لئے دوڑا آیا جس کے پاس گاڑی تھی وہ اپنی گاڑی لے کر پہنچ گیا اور زخمیوں کو منڈی بہاؤالدین سول ہسپتال میں پہنچانے کے لئے ہر ممکن مدد کی۔ ایک آدمی کی بالکل نئی گاڑی تھی مگر ذرا پرواہ نہیں کی اور خون سے لت پت افراد کو گاڑی میں ڈال کر ہسپتال پہنچاتا رہا۔ یہی نہیں بلکہ ہسپتال میں بھی ہر قسم کی مدد کے لئے ہمہ وقت تیار رہے۔

سانحہ 7/اکتوبر

سانحہ 7/اکتوبر کے ایک عینی شاہد احمدی ڈاکٹر مکرم راجہ مسعود احمد صاحب کا بیان ہے کہ مَیں جب سحری سے فارغ ہوکر نماز کے لئے مسجد جانے کو تیار ہو رہا تھا کہ گاؤں کا ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ میرے والد شدید بیمار ہیں انہیں دیکھ لیں۔ مَیں نے ان سے کہا کہ مَیں نماز فجر پر جارہا ہوں ابھی دوائی لکھ دیتا ہوں وہ انہیں دے دو مگر اس نے اصرار کیا اور موٹر سائیکل پر بٹھا کر لے گیا۔ جب معائنہ سے فارغ ہوا تو مَیں نے اسے مسجد تک چھوڑ آنے کا کہا۔ جب ہم بڑی گلی سے مسجد والی گلی میں مڑے تو سامنے سے ایک موٹر سائیکل سوار کو آتے دیکھا۔ اندھیرے کی وجہ سے مَیں اسے پہچان نہیں سکا۔ وہ ہمیں کراس کر کے آگے گزر گیا۔ اتنے میں سامنے سے دو افراد کو ہتھیار اٹھائے منہ پر کالے رنگ کے ماسک یا کپڑا باندھے ہوئے آتے دیکھا۔ جنہوں نے ہمارے قریب آکر فائرنگ کی اور دوڑتے ہوئے موٹر سائیکل پر سوار ہوکر فرار ہوگئے۔ اتنے میں شفقت (جو کہ میرا بھانجا ہے) نے شور مچادیا کہ وہ ہمیں مار گئے ہیں۔ مَیں اندر گیا تو دیکھا ایک زخمی ساجد منیر باہر صحن میں بجری پر پڑا تھا۔ اسے سینے میں گولی لگی تھی۔ پھر جب اندر ہال میں گیا ہوں تو دیکھا کہ بہت بُرا حال ہے۔ ہر طرف خون ہی خون ہے اور زخمی بہت بری حالت میں ہیں۔ مَیں فوراً گھر گیا اور 15 نمبر پر پولیس کو اطلاع کی۔ ساتھ ہی سول ہسپتال فون کیا کہ وہ فوراً ایمرجنسی کال کرلیں۔ تیس کے قریب زخمی وہاں پہنچنے والے ہیں اور اس کے ساتھ ہی مَیں نے امیر صاحب ضلع منڈی بہاؤالدین کو بھی فون کیا کہ اس طرح یہ واقعہ ہوا ہے۔ ہم زخمیوں کو لے کر سول ہسپتال منڈی بہاؤالدین پہنچ رہے ہیں۔ آپ خون وغیرہ کا انتظام کروائیں۔ فون کرنے کے بعد مَیں خود زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہوگیا اور گاؤں کے افراد کی مدد سے زخمیوں کو سول ہسپتال پہنچانے کی کوششوں میں لگ گیا۔

نماز فجر جماعت کے صدر صادق احمد صاحب شیرازی پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ جب ہم دوسری رکعت میں تھے اور میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک حصہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک دھماکہ ہوا اور کڑ کڑ کی آواز آنی شروع ہوئی اور کوئی چیز میری داہنی کہنی کو رگڑتی ہوئی گزری اور پھر مَیں نے محسوس کیا کہ آواز چند سیکنڈ کے لئے بند ہوگئی ہے اور پھر آواز شروع ہوئی اور تین گولیاں میرے کان کے قریب سے گزر کر سامنے دیوار پر لگیں اور ساتھ ہی چیخنے اور کراہنے کی آوازیں آنے لگیں تو مجھے احساس ہوا کہ ہم پر حملہ ہوا ہے اور مَیں نیچے بیٹھ گیا۔ دیکھا تو پچھلی صفوں پر نمازی خون میں لت پت تڑپ رہے تھے اور مجرم فرار ہوچکے تھے۔

ڈاکٹر مسعود صاحب نے بتایا کہ دو افراد موقع پر ہی راہ مولا میں قربان ہوگئے۔ ہم انہیں لے کر ہسپتال نہیں گئے۔ باقی 22 زخمیوں کو منڈی بہاؤالدین کے سول ہسپتال پہنچا دیا۔ جہاں سے دو زخمیوں کو لاہور اور ایک کو کھاریاں ریفر کردیا گیا۔ جبکہ 6 مزید افراد منڈی بہاؤالدین سول ہسپتال میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسے۔

گاؤں والوں کی اعلیٰ ظرفی

اس کربناک واقعہ کی اطلاع جس کسی کو بھی ملی وہ فوراً مسجد پہنچ گیا۔ کیا اہلسنت، کیا شیعہ اور کیا احمدی ہر کوئی اس دردناک واقعہ پر خون کے آنسو بہا رہا تھا۔ عورتیں زخمیوں کو سنبھالنے، پانی پلانے اور دوسری امداد کے لئے فوراً پہنچ گئیں۔ مرد زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے کے لئے انتظامات میں جُت گئے۔ غرضیکہ جس سے جو ہوسکا اس نے کیا۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ سب ایک ہی خاندان کے افراد ہیں اور یہ ظلم احمدیوں پر نہیں بلکہ سارے گاؤں پر ڈھایا گیا ہے۔ زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے کے بعد بھی غیر از جماعت احباب زخمیوں کی دیکھ بھال، خون کی فراہمی اور دوسری ضروریات کے لئے کھلے عام پیشکش کرتے رہے اور ہسپتال کے باہر موجود رہے۔ بلکہ مونگ رسول کے افراد ہی نہیں اردگرد کے لوگ اور منڈی بہاؤالدین کے شہری بھی احمدیوں کے ساتھ ہر ممکن تعاون کے لئے حاضر تھے۔ ہر کسی کی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ کسی کام آسکے۔ جب آٹھ افراد کے جنازے اٹھائے گئے تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہر دل غمگین تھا۔ ہزاروں افراد احمدیوں سے تعزیت کرنے مونگ پہنچے۔ جب راہ مولا میں قربان ہونے والے آٹھ افراد جن میں ایک معصوم 15 سالہ یاسر بھی تھا کے جنازے مونگ پہنچے تو ہر فرد حزیں تھا۔

اے ارض مونگ تجھ پر وہ خون بہایا گیا جو کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ ہر قطرہ خون سے ایسے ایسے گلہائے رنگا رنگ جنم لیں گے جو مسجد کی رونقوں میں اضافہ کردیں گے اور ساری فضا ان کی خوشبو سے معطر ہوجائے گی اور ان کی تکبیرات و تسبیحات سے تاقیامت مساجد گونجتی رہیں گی۔

منڈی بہاؤالدین کے وکلاء نے بار میں ایک قرارداد پیش کی جس میں اس واقعہ کی مذمت کی گئی۔

سول ہسپتال کا عملہ

سول ہسپتال منڈی بہاؤالدین میں جب ڈاکٹر راجہ مسعود احمد صاحب نے فون کیا تو ایمرجنسی کا تمام عملہ فوراً حاضر ہوگیا۔ ہسپتال کے ایم ایس جناب کیپٹن ڈاکٹر آصف علی خان صاحب تو فوراً سلیپنگ ڈریس میں ہی زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے پہنچ گئے۔ ہسپتال کے سرجن ڈاکٹر اشتیاق رانجھا صاحب نے بھی بہت تندہی سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ دونوں ڈاکٹر اور ان کا عملہ زخمیوں کو سنبھالنے کے لئے انتھک محنت کرتے رہے۔ دوپہر دو بجے تک بغیر وقفے کے کام میں لگے رہے۔ اس وقت تک 6 زخمی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے رضاء الٰہی پر لبیک کہتے ہوئے اس کی راہ میں قربان ہوگئے۔ لیکن اپنے پیچھے جذبہ ایثار کا ایسا فقید المثال نمونہ چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک ان کی سچائی اور حاسدوں کے حسد پر گواہ بنا رہے گا۔

بہرحال جب تک کہ باقی زخمیوں کو خطرے سے باہر محسوس نہ کیا۔ یہ سارا عملہ ہر لمحہ نہ صرف ہسپتال میں موجود رہا بلکہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ تمام احمدی اپنے دلوں کی گہرائیوں سے ہسپتال کے سارے عملہ کے شکرگزار ہیں جنہوں نے ان کی جانوں کو بچانے کی ہر سعی کی۔ ہر احمدی دل دعا گو ہے کہ خدا ان پر رحمت کرے اور انہیں اس نیکی کا اجر عظیم بخشے۔ آمین

پولیس کا تعاون

مقامی احمدی افراد نے بتایا کہ واقعہ کے بعد جب فون کیا گیا تو قریباً 15 منٹ میں پولیس پہنچ گئی اور پولیس کے افراد نے ہر ممکن تعاون کیا۔ زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے اور جاں بحق ہونے والوں کو پوسٹمارٹم سے بھی جلد ہی فارغ

کر دیا۔23 مشتبہ افراد کو گرفتار بھی کیا ہے۔ خدا کرے کہ پولیس جلد اصل مجرموں تک پہنچے اور ان انسانیت کے دشمنوں کو قرار واقعی سزا ملے۔

سیاستدانوں کا ردعمل

اس واقعہ کی بربریت نے دلوں کو کچھ اس طرح جھنجھوڑا کہ مذہبی نظریہ سے مخالفت رکھنے والے بھی اس کی سفاکیت سے کانپ اٹھے۔ سیاستدان بھی احمدیوں سے اظہار ہمدردی کئے بغیر نہ رہے۔ بلکہ تحصیل ناظم تو فوراً پہنچ گئے۔ موقع پر بھی گئے اور ہسپتال بھی گئے۔ دوسرے ممبران کونسل بھی ہمدردی کرتے رہے اور انتظامیہ کو جلد از جلد مجرموں کو پکڑنے کی ہدایت کی گئی۔ بلکہ پنجاب پولیس کی طرف سے مجرموں کے متعلق اطلاع دینے والوں کو دس ہزار روپے انعام کا بھی وعدہ کیا گیا۔

میڈیا کی کوریج

کہتے ہیں کہ جب زمین پر کوئی ظلم انتہا کو پہنچ جائے تو زمین کانپ اٹھتی ہے اور آسمان لرز جاتا ہے، سورج کی آنکھ سرخ ہو جاتی ہے۔ سانحہ مونگ بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہے جس نے میڈیا کی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس موقع پر جیو، اے آر وائی، اپنا چینل، بی بی سی کے الیکٹرانک میڈیا کے ساتھ ساتھ پرنٹ میڈیا کے نمائندگان بھی مونگ پہنچے۔ اخباروں نے اداریوں میں اس بربریت کی مذمت کی۔ ٹی وی چینلز پر بھی اس سفّاکانہ جرم کی مذمت کی گئی۔

احمدیوں کا ردعمل

جماعت احمدیہ پر جب بھی ظلم کیا گیا تو ہمیشہ شمع حق کے ان پروانوں نے صبر و استقامت کا ایسا نمونہ دکھایا کہ دنیا حیران رہ گئی۔ خدا کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اپنی گردنیں خدا کے حضور جھکاتے ہوئے صبر و رضا کے وہ وجود بنے کہ پہاڑ ان کے سامنے چھوٹے نظر آنے لگے۔ جماعت احمدیہ کا خمیر زندہ قوموں کی طرح ایثار و قربانی کے جذبہ سے گوندھا گیا ہے۔ ایک جسم کی طرح کسی بھی عضو کی تکلیف کو سب نے محسوس کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جاں فروشی اور دوسروں کو خود پر ترجیح دینے کا ایسا اعلیٰ اخلاقی نمونہ دکھایا جو دنیادار قوموں میں نظر نہیں آتا۔

آنے والے تو آئے ہی اسی غرض سے تھے کہ زخمیوں کی دیکھ بھال کریں لیکن میں قربان جاؤں ان زخمیوں پر جو اپنے زخموں کو بھول کر دوسروں کی دیکھ بھال میں مصروف ہیں۔

جب محترم چوہدری محمود احمد صاحب امیر ضلع منڈی بہاؤالدین کو اس سانحہ کی اطلاع دی گئی تو وہ فجر کی ادائیگی کے بعد گھر پہنچے تھے۔ انہوں نے اپنے نائب کو اطلاع دی کہ قائد خدام الاحمدیہ ضلع کے ذریعہ احمدیوں کو اطلاع دی جائے اور خون دینے کے لئے افراد کو تیار کیا جائے تو احمدی فوراً ہسپتال پہنچ گئے۔ زخمیوں کو خون کی ضرورت تھی۔ مکرم نجیب احمد صاحب قائد ضلع منڈی بہاؤالدین ذکر کرتے ہیں کہ صورتحال عجیب سی تھی کہرام مچا ہوا تھا۔ ہسپتال میں بھیڑ ہو گئی اور نوجوانوں کے علاوہ بوڑھے اور بچے بھی یہاں تک کہ عورتوں نے بھی پیشکش کی کہ ہمارا خون حاضر ہے، جتنا ضرورت ہے لے لو۔ باوجود اس کے کہ پورا شہر اُمڈ آیا تھا لیکن صرف احمدیوں نے ہی اتنا خون عطیہ کر دیا کہ تمام زخمیوں کی ضرورت کو پورا کر دیا گیا اور پھر بھی 6 بوتل خون اضافی بچ گیا جو بعد میں سول ہسپتال منڈی بہاؤالدین کی انتظامیہ کو بطور عطیہ پیش کر دیا گیا۔

واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ایک مرکزی وفد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کی قیادت میں فوراً مونگ پہنچ گیا اور تدفین کے بعد واپس آیا۔ اس کے علاوہ دور و نزدیک سے جس جس نے یہ خبر سنی احمدیوں سے اظہار ہمدردی و یکجہتی کے لئے پہنچنا شروع ہو گئے۔ مکرم امیر صاحب ضلع منڈی بہاؤالدین نے بتایا کہ بعض لوگوں کو سواری میسر نہ آسکی تو ٹرک پر ہی بیٹھ کر پہنچ گئے۔ ایک غیر از جماعت دوست نے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ ہم احمدیوں کے لنگر خانہ کے قصے سنتے تھے مگر اس دن جب سینکڑوں افراد کا مجمع تھا ہم احمدیوں کے لنگر کے حسن انتظام سے بہت متاثر ہوئے کیونکہ اب ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ لیا تھا۔

ورثاء کا صبر و استقامت

مونگ میں مذہب کے نام پر قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا گیا کہ جس کی دہشت سے کچھ لوگ ایسے سہم گئے کہ ان سے بولنا مشکل ہو گیا۔ کچھ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ گوشہ نشین ہو گئے۔ گاؤں کی بعض غیر از جماعت عورتیں ماتم اور بین کرتی ہوئی گلیوں میں نکل آئیں لیکن وہ دیکھو ایک شہید کی احمدی ماں سب کو مل رہی ہے۔ اس نے ماتم نہیں کیا۔ سینہ کوبی نہیں کی۔ اپنے بالوں میں مٹی نہیں ڈالی بلکہ ہر ایک کو صبر کی تلقین کر رہی ہے اور یہ کہہ رہی ہے کہ الطاف زندہ ہے ایسوں کو مردہ کہنے سے خدا نے منع کیا ہے۔ دیکھو بین مت کرو میرے الطاف کو تکلیف ہوگی۔

دوسری طرف دیکھو ایک عورت کا سہاگ اس سانحہ میں راہ مولا میں قربان ہو گیا ہے۔ اس کا بارہ سالہ بچہ شدید زخمی ہے۔ وہ لوگوں میں اپنے کام کرنے کے لئے گھوم پھر رہی ہے۔ خدا پر زندہ ایمان نہ رکھنے والے سوچتے ہیں کہ شاید اسے علم نہیں کہ اس پر کیا قیامت ٹوٹی ہے۔ مگر وہ فخر سے سر اٹھاتی ہے کہ مَیں ایسے زندہ شخص کی بیوہ ہوں جن کو خدا نے ہمیشہ کے لئے زندہ کہا ہے۔ مجھے رونے پیٹنے، ماتم کرنے یا نوحہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یہ ایک ماں نہیں بلکہ گاؤں میں پانچ ایسی مائیں ہیں جن کے لعل قربان کر دیئے گئے۔ یہ ایک بیوہ نہیں بلکہ ایک ہی وقت میں چھ بیوگان کے سہاگ راہ مولا میں قربان ہو گئے۔ اس واقعہ کے کرب کو محسوس کرو۔ یہ کرب اگر پہاڑ پر توڑا جاتا تو وہ ٹوٹ جاتا۔ اس کی کڑواہٹ کے سامنے سمندر میٹھا لگتا ہے۔ لیکن زندہ قوم کے با اخلاق افراد کے صبر و استقلال کے کوہ عظیم اور عزم و ہمت کے بحر بیکراں کے سامنے بے حیثیت ہو گیا ہے۔ کوئی ایسا فقرہ ان لواحقین کی زبانوں سے نہ نکلا جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو، جو ان کے اسلاف کے کردار کے خلاف ہو۔ ایسے موقعہ پر صرف خدا کی ذات ہی ہے جو پہلے اپنے فرشتوں کے ذریعے دلوں میں سکینت نازل کرتا ہے اور پھر اجر عظیم سے ان ورثاء کو ایسا نوازتا ہے کہ ان کے عمل اس کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔

اس لئے دعا ہے کہ اے خدا! تو ان قربان ہونے والوں کو اپنی رضا کی جنت کے اعلیٰ مقامات سے نواز اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرما اور ہر ایک کا خود حامی و ناصر ہو۔ کیونکہ تیرے سوا اور کوئی نہیں جو اس ابتلاء کی جزا ہو سکے۔

خوش نصیبوں کا کردار

اب خاکسار سانحہ مونگ میں راہ مولیٰ میں قربان ہونے والے 8/افراد کے متعلق کچھ معلومات قارئین تک پہنچاتا ہے کہ یہ کون لوگ تھے۔ ان کے عمومی اخلاق کیسے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اتنے بڑے انعام کے لئے چن لیا۔ عمومی رائے ان سب افراد کے بارے میں یہی ہے کہ سب نمازوں کے پابند تھے۔ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ملنسار اور ہنس مکھ تھے کسی کو ان سے کوئی گلہ یا شکایت نہ تھی۔ جماعتی کاموں میں بہت تعاون کرنے والے تھے اور دینی خدمات میں پیش پیش تھے۔

احمد وحید صاحب

احمد وحید صاحب کی عمر 24 سال تھی۔ آپ کے والد محمد وحید صاحب ہیں۔ ایل ایل بی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ روزہ رکھ کر نماز فجر کے لئے مسجد گئے۔ پہلی صف میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سینہ میں گولیاں لگیں۔ ہسپتال پہنچایا گیا لیکن حالت کافی نازک تھی۔ دل کے بہت قریب گولی لگی۔ ہسپتال پہنچ کر اسی سانحہ میں زخمی باپ کی آنکھوں کے سامنے آخری سانس لئے اور اپنے مولا کے حضور روزہ کی حالت میں حاضر ہو گئے۔ احمد وحید صاحب بچپن سے ہی نمازوں کے پابند تھے۔ کبھی لڑائی نہ کرتے تھے۔ گالی گلوچ کی بھی عادت نہ تھی۔ ماں باپ کے فرمانبردار تھے۔ جماعتی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ ان کی والدہ کہتی ہیں کہ گاؤں کے ایک احمدی بزرگ میاں امام الدین صاحب مرحوم نے ایک دن ان کو بلا کر کہا کہ میں نے خواب دیکھی ہے کہ تیرا بیٹا احمد وحید درخت کے پاس شیر کے اوپر بیٹھا ہے۔ میرا اس سے یہی خیال ہے کہ وہ ایک دن بہت بڑا آدمی بنے گا۔ آج میرا بیٹا بہت بڑا رتبہ پا گیا ہے۔ ان کے والد نے کہا کہ میں اکثر اس کی لمبی عمر کے لئے دعا کرتا تھا۔ مگر خدا کو جو منظور تھا وہ ہو گیا۔ وہ ایک بہت بڑا مقام پا گیا۔ مجھے اس پر فخر ہے۔ احمد وحید صاحب عرف نوید احمد جماعت احمدیہ مونگ کے سیکرٹری تعلیم تھے اور خدام الاحمدیہ کے کاموں میں بھی سرگرم رہتے تھے۔

احمد وحید صاحب کا جذبہ ایثار بہت نمایاں تھا۔ جب آپ کے سینے میں گولیاں لگیں اور آپ شدید زخمی تھے تو ایک عورت پانی پلانے کے لئے آگے آئی تو آپ نے قریب ہی پڑے زخمی یاسر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ زیادہ ضرورت مند لگتا ہے اس کو پہلے پانی دے دیں۔ یہ وہ ولولہ ہے جو زندہ قوموں کا شعار ہوتا ہے۔

راجہ لہراسپ خان صاحب

ان کی عمر 26 برس تھی۔ والد صاحب کا نام راجہ محمد ظفر اقبال صاحب ہے۔ محنت مزدوری کرتے تھے۔ دو بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا وقف نو کی تحریک میں شامل ہے۔ گھر اور باہر اپنے اور غیر سب یہی کہتے ہیں کہ نہایت شریف النفس آدمی تھے۔ پانچ وقت کے نمازی تھے۔ صدر صاحب کا کہنا ہے کہ بڑی باقاعدگی سے مسجد کی صفائی کیا کرتے تھے۔ جب شہادت ہوئی تو ایک شخص نے کہا اب مسجد کی صفائی کون کیا کرے گا۔ والدہ صاحبہ کا بیان ہے کہ خود محنت مزدوری کرتا تھا۔ گھر آتا تو مجھے کہتا کہ آپ کی خدمت کرنی ہے۔ جب میں کہتی کہ تو تھکا ہوا ہے تو پھر بھی دبانے وغیرہ میں لگ جاتا۔ بہت نیک اور فرمانبردار بچہ تھا۔ لوگوں کا بھی بہت خیال رکھتا تھا۔ والدہ نے کہا کہ اگر کوئی ضرورت مند آتا تو اسے اپنی طاقت کے مطابق ضرور دیتا۔ ایک دفعہ ایک شخص سالن لینے کے لئے آیا۔ گھر میں صرف لہراسپ کے لئے سالن پڑا تھا۔ مَیں نے انہیں کہا کہ نہیں ہے۔ اتنے میں لہراسپ گھر آ گیا اور مجھے کہا کہ سالن انہیں دے دیں میں چٹنی سے کھا لوں گا۔ والد صاحب نے بتایا کہ یہ لوگوں کی خدمت میں ہر وقت لگا رہتا تھا۔ جب فائرنگ ہوئی تو مجھے پتہ چلا میں بھی زخمیوں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ جب لہراسپ کا خیال آیا تو مَیں سمجھا کہ وہ بھی یقیناً زخمیوں کی خدمت میں لگا ہوگا۔ مجھے علم نہ ہوا کہ وہ خود شدید زخمی ہے ورنہ میں بھی اس سے مل لیتا۔

قائد صاحب ضلع نے بتایا کہ اس کے پیٹ میں گولیاں لگی تھیں۔ کافی تکلیف دہ صورتحال تھی مگر پھر بھی مسکرا رہا تھا۔ جب آپریشن تھیٹر میں لے کر گئے ہیں اس وقت بھی حوصلہ سے بات چیت کر رہا تھا۔ لیکن آپریشن تھیٹر میں ہی راہی ملک عدم ہوا۔ ان کی شادی دھیر کے کلاں ضلع گجرات میں ہوئی تھی۔ ان کی بیوہ نے بتایا کہ ان کا سلوک میرے ساتھ بہت اچھا تھا بلکہ سب کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ حضور انور کی دعاؤں سے ہم حصہ پا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ میں ان کے بچوں کی اچھی تربیت کر سکوں۔ خوش قسمت ہے کہ خدا کی راہ میں قربان ہو گیا۔ مجھے ان پر فخر ہے۔

ایک بھابی نے بتایا کہ ہمارے ساتھ بھی بہت اچھا سلوک کرتا تھا اگر کوئی غلط بات بھی کہہ دیتا تو ہمیشہ صبر کرتا اور غصہ سے سختی کا جواب سختی سے نہ دیتا۔ ان کے سسر مبشر احمد صاحب نے بتایا کہ تہجد گزار تھا۔ جب بھی ہمیں ملنے آیا تہجد ضرور پڑھتا تھا۔ نمازوں کے ایسے پابند تھے کہ ضلع کے خدام کے اجتماع میں محترم امیر صاحب ضلع نے خدام سے سوال کیا کہ جس خادم نے سارا سال سب نمازیں باجماعت ادا کی ہیں تو وہ ہاتھ کھڑا کرے۔ ہال میں ایک ہاتھ کھڑا ہوا وہ راجہ لہراسپ خان کا تھا۔ چنانچہ ان کو اس پر 500 روپے کا نقد انعام دیا گیا۔ کوئی بھی مرکزی مہمان آتا تو اس کے ساتھ رہتے اور جو خدمت ہو سکتی ضرور کرتے۔ بہت مہمان نواز تھے۔ جماعت میں سیکرٹری نومبائعین کے طور پر خدمات بجا لا رہے تھے جبکہ خدام الاحمدیہ میں ناظم وقار عمل کے عہدہ پر فائز تھے۔

راجہ الطاف محمود صاحب

راجہ الطاف محمود صاحب ولد راجہ احمد خان مرحوم۔ ان کی عمر 43 سال تھی۔ زمیندارہ کرتے تھے۔ ان کی دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ والدہ بھی حیات ہیں۔ آپ کے سینہ میں گولی لگی اور موقع پر ہی راہ مولا میں قربان ہو گئے۔ نمازوں کے پابند تھے۔ بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ گاؤں کے سبھی لوگ ان کی تعریف کرتے تھے۔ ان کی بہن بیوی اور بہنوئی نے ایک بات ضرور کہی کہ یہ ہم سے بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ ہمیں ان کی وفات کا دکھ اور صدمہ تو ہے لیکن وہ خود بہت بڑا رتبہ پا گئے ہیں۔ اور بچوں کا تو خدا نگران ہے وہی ان کی حفاظت و کفالت کرے گا۔ ان کی والدہ محترمہ عزیز بیگم صاحبہ نے بہت حوصلہ دکھایا۔ عورتوں کو رونے سے منع کرتیں اور کہتیں کہ میرا بیٹا خدا کی راہ میں قربان ہوا ہے۔ اس لئے رونا نہیں۔ صرف درود شریف پڑھو۔ گھر کی عورتوں نے جو صبر و استقامت کا نمونہ دکھایا اس پر گاؤں کے لوگ بھی حیران

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

ہارٹلے پول (برطانیہ) میں مسجد ناصر کا افتتاح۔اس کی تعمیر میں انصاراللہ UK نے نمایاں مالی قربانی کی توفیق پائی۔

آج ہم خوش تو ہیں کہ عیسائیت کے گڑھ میں ہم نے خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے ایک اور مسجد کا افتتاح کر دیا ہے۔ لیکن یہ ہماری انتہا نہیں ہے۔ ہمارے مقصد تو تبھی پورے ہوں گے جب ہم ہر شہر میں، ہر قصبے میں اور ہر گاؤں میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے مسجد تعمیر کریں گے اور اس کو پھر خالصتاً خدائے واحد کی عبادت کرنے والی روحوں سے بھر دیں گے۔

بچوں کو خوشی کے مواقع پر مساجد کی تعمیر کے مدّ میں چندہ ادا کرنے کی ترغیب دلانے کی تاکید۔

ہارٹلے پول کے دو ابتدائی مخلصین ڈاکٹر حمید احمد خان صاحب اور ساجدہ حمید صاحبہ کا ذکر خیر

تحریک جدید کے نئے مالی سال کا اعلان

گزشتہ سال سے تین لاکھ اٹھارہ ہزار پاؤنڈ زائد وصولی۔تحریک جدید کی مالی قربانی میں پاکستان اوّل، امریکہ دوم اور برطانیہ تیسرے نمبر پر رہے۔

افریقن ممالک میں نائیجیریا نے نمایاں کام کیا اور نمبر ایک پر رہا۔ گزشتہ سال کی نسبت مجاہدین تحریک جدید کی تعداد میں 24ہزار کا اضافہ۔اس طرف مزید توجہ دینے کی تاکید

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ مورخہ 11/نومبر 2005ء (11/نبوت 1384 ہجری شمسی) بمقام مسجد ناصر۔ہارٹلے پول (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ (سورة الاعراف 27)

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا۔اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (سورة الاعراف: 32)

الحمدللہ آج ہمیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ ہم ملک کے اِس حصے میں بھی مسجد تعمیر کرنے کے قابل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کی قربانی کو قبول فرمائے اور جس مقصد کے لئے یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے یہاں کا رہنے والا ہر احمدی اس مقصد کو پورا کرنے والا ہو۔اس مسجد کی تعمیر کے لئے مَیں نے انصاراللہ UK کی ذمہ داری لگائی تھی کہ وہ اس کا تمام خرچ ادا کریں یا اکثر حصہ ادا کریں۔الحمدللہ کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور بڑے کھلے دل کے ساتھ اس قربانی میں حصہ لیا اور اس طرح یہ مسجد کم وبیش ان کی قربانی سے ہی تعمیر ہوگئی۔ جو وعدے انہوں نے کئے تھے وہ بھی 75 فیصد ادا ہو چکے ہیں، امید ہے بقایا بھی جلد ہی ادا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر میں مالی قربانی کی صورت میں یا اَور کسی بھی رنگ میں حصہ لیا۔ بہت سا کام والنٹیئرز (Volunteers) نے وقارعمل کی صورت میں کیا۔ دیکھنے والوں کو بظاہر یہ کام ناممکن نظر آتا تھا کہ آج اس تاریخ کو مسجد کا افتتاح ہو سکے گا۔ لیکن ان والنٹیئرز نے اس طرح رات دن کر کے کام کیا ہے کہ اس ناممکن کو آج ممکن بنا دیا ہے۔

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی قربانیوں کے نمونے ہیں جو آج جماعت احمدیہ کے علاوہ ہمیں کہیں نظر نہیں آتے۔ جب ایک دفعہ کام میں لگ جائیں، ارادہ کرلیں کہ کرنا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دعائیں کرتے ہوئے اس کام میں جُت جاتے ہیں اور جنونیوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ نہ رات کا ہوش رہتا ہے نہ دن کا ہوش رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزا دے۔ ان کی پریشانیوں اور مشکلوں اور مسائل کو دور فرمائے۔

اب یہ مسجد تو بن گئی لیکن ہماری ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ ہماری مساجد صرف اس لئے نہیں بنائی جاتیں کہ ایک خوبصورت عمارت ہم بنا دیں اور دوسرے بھی دیکھ کر خوش ہوں کہ دیکھو کتنی اچھی خوبصورت مسجد بنائی ہے اور ہم بھی اس کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں۔

یہ مساجد تو نشان ہیں اس بات کا کہ اللہ والوں کی جماعت جن کے دل اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے رہتے ہیں ایک خدا کی عبادت کرنے کے لئے، اللہ کے نام پر، اللہ کا گھر تعمیر کرتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی لالچ، دنیا کی کوئی بھی مصروفیت انہیں خدا کی عبادت سے غافل کرنے والی نہیں ہوتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا صحیح فہم اور ادراک رکھتے ہیں کہ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاريات: 57) یعنی مَیں نے جنّ اور انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں اور مجھے پہچانیں۔ عبادت کے لئے جو ہمیں طریقے سکھائے گئے ہیں اور ایک مومن کے لئے جس نے یہ اعلان کیا ہے کہ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه، اس کے لئے یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ پانچ وقت نماز ادا کرے۔ پھر نماز کے اوقات معین کر کے بتائے کہ یہ پانچ اوقات ہیں۔ تم پر فرض ہے کہ ان اوقات میں نماز مسجد میں جا کر باجماعت ادا کرو۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”باجماعت نماز اکیلے نماز پڑھنے کی نسبت ستائیس گنا افضل ہے“۔ (صحيح مسلم كتاب الصلوٰة باب فضل صلوٰة الجماعة) یعنی اس کا ثواب ستائیس گنا زیادہ ہے۔

پس ہم جب مسجد بناتے ہیں تو کسی دکھاوے یا مقابلے کے لئے نہیں بناتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے، اس کی عبادت کے لئے بناتے ہیں۔ اور یہی سوچ ہے جس کے تحت ہر احمدی کو مسجد میں نمازوں کے لئے آنا چاہئے، یہاں کے رہنے والے احمدیوں میں سے بعض تو ایسے ہیں جو کام پر جاتے ہیں، بعض نمازوں کے اوقات مثلاً ظہر، عصر یا بعض حالات میں مغرب پر مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتے وہ تو اپنے کام کی جگہ پر پڑھ لیں۔ لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جو کسی کام کے بغیر ہیں، اسائلم کے فیصلے کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں یا ویسے ہی کام سے فارغ ہو چکے ہیں ان کو پانچوں وقت مسجد میں آنا چاہئے۔ اب یہ مسجد پانچ وقت نمازوں کے لئے کھلنی چاہئے اور جو پہلی قسم مَیں نے کام کرنے والوں کی بیان کی ہے

ان کو بھی فجر، مغرب اور عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں آنا چاہئے۔ ہر مرد پر یہ فرض ہے بلکہ جو بچے دس سال کی عمر کو پہنچ گئے ہیں ان پر بھی فرض ہے۔ ایک احمدی جس کا یہ دعویٰ ہے کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا اور آپ کو مان کر اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز کیا ہے اس کی شان کے خلاف ہے کہ دنیا کی مصروفیتیں یا کام یا اَور اس قسم کے بہانے اسے نماز کے لئے مسجد میں آنے سے روکیں۔

احمدی کی شان یہی ہے کہ ہر دنیاوی مجبوری کو پس پشت ڈال دے، پیچھے پھینک دے۔ دنیا کا کوئی لالچ، دنیا کی کوئی دلچسپی اس کی باجماعت نمازوں میں روک نہ بنے۔ ورنہ یہ قربانیاں بھی بے فائدہ ہیں جو آپ نے مسجد کی تعمیر کے لئے کی ہیں اور یہ عمارت بھی بے فائدہ ہے جو تقویٰ سے پُر دلوں کی بجائے وقتی جوش رکھنے والے دلوں نے بنائی ہے۔ اللہ کرے کہ آپ میں سے ہر ایک اپنے اس مقصد پیدائش کو سمجھتے ہوئے اپنے دل کو تقویٰ سے سجاتے ہوئے مسجد کو آباد کرنے والا ہو۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آدم کے بیٹے کہہ کر بات شروع کی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے آدم کا ذکر چل رہا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں سے روکا لیکن شیطان کے بہکاوے میں آ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ان سے ہوگئی۔ اور پھر جب آدم اور حوّا کو احساس ہوا کہ اللہ کی بات نہ مان کر یہ سب کچھ غلط ہو گیا تو پھر توجہ استغفار کی طرف ہوئی۔ پھر توبہ واستغفار سے انہوں نے اللہ کے فضل کو سمیٹنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کی خشیت ان کے دل میں پیدا ہوئی۔ اس پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے بنی آدم! یقیناً ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کے طور پر ہے اور رہا تقویٰ کا لباس تو وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی آیات میں سے کچھ ہیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ یعنی تمہارے سامنے تمہارے باپ آدم کی مثال موجود ہے جب شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا جس سے ایک غلطی سرزد ہوئی، پھر اس کو اپنی کمزوریوں کا پتہ چلا اور پھر توبہ و استغفار اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنا ہی تھا جس نے آدم کے ننگ اور کمزوریوں کو ڈھانپا۔ اب اگر تم نے بھی شیطان کے حملوں سے بچنا ہے اور یہ شیطان کے حملے قدم قدم پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر دنیاوی لالچوں سے بچنے کے لئے کوئی طریق اختیار کرنا ہے تو وہ یہی توبہ واستغفار ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنا ہے اور اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننا ہی ہے۔ اس کے بغیر تمہاری کمزوریوں کو کوئی چیز دور نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں ہے جو تمہیں شیطان کے حملوں سے بچا سکے۔ پس یہی چیزیں ہیں جن کی طرف تمہیں توجہ دینی چاہئے اور جب تم اس پر توجہ دو گے تو تمہارے دل میں اللہ کی خشیت اور اس کا تقویٰ پیدا ہوگا۔ اور جب یہ تقویٰ پیدا ہوگا تو یہ تمہارا لباس بن کر رہے گا، تمہارے حسن کو نکھارے گا، تمہیں ہر شیطانی حملے سے محفوظ رکھے گا، اللہ کا قرب دلانے والا ہوگا۔ پس اگر دین و دنیا کی بھلائی چاہتے ہو تو اس تقویٰ کے لباس کو اپناؤ جو بہترین لباس ہے۔ جس میں تمہاری حفاظت کے ساتھ ساتھ موسم کی شدّت سے، شیطانی حملوں سے بچنے کے علاوہ تمہاری خوبصورتی بھی ہے۔

پھر اگلی آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں فرمایا کہ اے ابنائے آدم ہر مسجد میں اپنی زینت یعنی لباس تقویٰ ساتھ لے جایا کرو۔ اور کھاؤ اور پیئو اور اسراف نہ کرو۔ کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی اے آدم کے بیٹو! گو کہ تمہارا دھیان اور خیال اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی طرف رہنا چاہئے تا کہ تمہاری دنیا و آخرت سنور جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کر سکو۔ لیکن ایک عمل خاص طور پر اس کا قرب دلانے والا ہے جس میں انسان عاجزی، انکساری، تذلّل اور دعاؤں کا مختلف شکلوں میں اظہار کرتا ہے اور وہ نماز کی حالت ہے۔ جس میں سجدہ کی حالت بھی آتی ہے جس میں انتہائی تذلّل کی حالت میں انسان اللہ تعالیٰ کے حضور گرتا ہے، جھکتا ہے اور گرنا چاہئے۔ یہ ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اس لئے جب تم مسجد میں اس عبادت کے لئے جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پر فرض کی ہے، تمہارے لئے مقرر فرمائی ہے، تو اپنے ذہن تمام دنیاوی دلچسپیوں سے مکمل طور پر خالی کر کے جاؤ۔ توبہ و استغفار اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے مسجدوں میں داخل ہو تا کہ مکمل توجہ عبادت کی طرف ہو۔ جس طرح ظاہری طور پر وضو کر کے تم اپنے جسم کو پاک کرتے ہو اور وضو کر کے اپنے ظاہری گند کو اتارنے کی کوشش کرتے ہے اسی طرح روحانی طور پر بھی اپنی صفائی کے سامان کر لو۔ اسی سے تمہاری زینت ہے اور تمہارے روحانی حسن میں اضافہ ہوگا۔ اللہ کے حضور جب اس کی خشیت دل میں لئے ہوئے اور تقویٰ کا لباس پہنے ہوئے حاضر ہوگے تو اللہ جو اپنے بندوں کو گلے لگانے کے لئے انتظار میں رہتا ہے دوڑ کر تمہیں اپنی آغوش میں لے لے گا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ خالص اللہ کے ہوتے ہوئے اس کے آگے جھکنے والے ہو۔ یہ نہ ہو کہ سستی، کاہلی سے اور نہ چاہتے ہوئے مسجد میں جا رہے ہو۔ اور پھر مسجد میں نماز کا انتظار کرنا پڑ جائے تو وہ بھی دوبھر لگ رہا ہو۔ پھر یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ تو نماز جیسے تیسے پڑھ لی، جس طرح بھی امام نے پڑھائی لیکن اس میں بھی اپنی دنیاوی الجھنوں کے چکر میں پڑے رہے اور پھر سلام پھیر کر جب سنتیں پڑھنے کا وقت آیا تو جلدی جلدی ٹکریں مار لیں تا کہ جلدی فارغ ہوں۔ تو یہی وسوسے ہیں جو شیطان ابن آدم کے دل میں پیدا کرتا ہے کہ جلدی کرو فلاں کام کا حرج نہ ہو جائے۔ ایسا نہ ہو جائے ویسا نہ ہو جائے۔ اس لئے یہ بھی حکم ہے کہ نماز میں جب امام کی انتظار میں یا نماز کھڑی ہونے کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا پڑے تو ذکر الٰہی میں وقت گزارو۔

اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تک نماز کی خاطر کوئی شخص مسجد میں بیٹھا رہتا ہے نماز میں ہی مصروف سمجھا جاتا ہے۔ اور فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے اللہ! اس پر رحم کر اس کو بخش دے، اس کی توبہ قبول کر‘‘۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

تو دیکھیں نماز کا انتظار کرنے والوں کا بھی کتنا بڑا اجر ہے۔ اس توبہ واستغفار کی وجہ سے، اس انتظار کی وجہ سے، اس ذکر الٰہی کی وجہ سے جو ایک مومن اللہ کے حکم کے مطابق زینت اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے، فرشتے بھی اس پر درود بھیج رہے ہیں اور اس کی زینت کو اور زیادہ صیقل کر رہے ہیں اور زیادہ نکھار رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس میں مدد دے رہے ہیں۔ پس یہ جو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کے لئے دوڑ کر آنا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ بندے کی طرف دوڑ کر آتا ہے، اس کے نظارے بھی اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے اپنے بندے کو کرواتا ہے۔ بلکہ اللہ کی عبادت کا جوش رکھتے ہوئے مسجد میں جانے کی وجہ سے ہر اس قدم پر جو مسجد کی طرف اٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا بھی ثواب دیتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے علاوہ کوئی اور چیز اسے مسجد میں نہ لائے‘‘۔ ظاہری نمود و نمائش نہ ہو بلکہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے مسجد میں آ رہا ہو’’ تو ایسے شخص کا کوئی قدم نہیں اٹھتا مگر اس وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے‘‘۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

تو جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا کہ مسجد میں جانے سے پہلے یا نماز پڑھنے سے پہلے زینت سے مراد ظاہری صفائی اور وضو بھی ہے تو یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرو یہ بھی ایک بنیادی حکم ہے۔ اس اچھی طرح وضو کرنے کا طریق بھی آپ ؐ نے ہمیں سمجھا دیا۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ پانی منگوایا۔ پہلے تین مرتبہ ہاتھ دھوئے۔ پھر اپنے دائیں ہاتھ سے برتن سے پانی لے کر کلی کی پھر ناک صاف کیا پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک تین بار اپنے ہاتھ دھوئے، کہنیاں شامل کر کے۔ اس کے بعد سر کا مسح کیا پھر تین بار ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھوئے۔ وضو میں ٹخنے بھی شامل ہوتے ہیں۔ پھر اس طرح وضو مکمل کرنے کے بعد آپ ؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اس طرح وضو کیا جس طرح میں نے کیا ہے پھر وساوس سے محفوظ رہ کر خشوع و خضوع سے دو رکعت نماز پڑھی اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

پس یہ زینت کے لوازمات ہیں جو ہر مومن کو اختیار کرنے چاہئیں۔ پھر اسی آیت میں جو میں نے تلاوت کی ہے۔ زینت اور لباس تقویٰ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ کھاؤ اور پیئو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ ایک تو اس کا یہ مطلب ہے کہ کیونکہ خوراک کا بھی انسانی ذہن پر اثر پڑتا ہے طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ خیالات میں سوچوں پر اثر پڑتا ہے اس لئے پاکیزہ، صاف اور حلال غذا کھاؤ تا کہ کسی بھی لحاظ سے تمہارے سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو تمہیں تقویٰ سے دور لے جانے والا ہو۔ جن چیزوں کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان کے کھانے سے رک جاؤ۔ جن چیزوں کے پینے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان کے پینے سے رک جاؤ۔ کیونکہ ان کا کھانا اور پینا اس حکم کے تحت ناجائز ہے۔ اگر کھاؤ پیئو گے تو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرو گے۔

اسراف کا ایک مطلب گھن لگنا بھی ہے۔ آج کل دیکھ لیں بہت سی بیماریاں جو پیدا ہو رہی ہیں اس خوراک کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔ ٹھیک ہے اور بہت سے عوامل بھی ہیں لیکن جب علاج ہو رہا ہو تو ڈاکٹروں کی تان دوائیوں کے علاوہ خوراک پہ بعض دفعہ آ کے ٹوٹتی ہے۔ اور اس زمانے میں جبکہ انسان بہت

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

زیادہ تن آسان ہو گیا ہے سستی اور آرام کی اتنی زیادہ عادت پڑ گئی ہے یہ خوراک ہی ہے جو کئی بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ یہاں یورپ میں بھی کہتے ہیں کہ جو برگر وغیرہ زیادہ کھانے والے لوگ ہیں ان کو انتڑیوں کی بعض بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ پھر چاکلیٹ کھانے والے بچوں کو کہتے ہیں کہ زیادہ چاکلیٹ نہ کھاؤ دانت خراب ہو جاتے ہیں، کیڑا لگ جاتا ہے۔ اور جب انسان پہ بیماریاں آ جائیں تو پھر یکسوئی سے عبادت بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حکم ہے کہ مومن کو بھوک چھوڑ کر اور اعتدال سے کھانا چاہئے۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مومن ایک آنت سے کھاتا ہے جبکہ کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نظر انداز کرتے ہوئے بعض دوسری چیزیں مثلاً شراب وغیرہ اور دوسری نشہ آور چیزیں جو استعمال کرتے ہیں ان کا بھی اسی وجہ سے مذہب سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سے بھی دور چلے جاتے ہیں۔ تو اس لئے فرمایا کہ کھانے پینے میں حدود سے تجاوز نہ کرو ورنہ ایسی قباحتیں پیدا ہوں گی، ایسی حالت پیدا ہو گی، ایسی تکلیفیں ہوں گی جو گھن کی طرح تمہاری صحت کو کھا لیں گی اور نیکیوں، عبادتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’واضح ہو کہ قرآن شریف کے رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں۔ اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایتوں کے موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے‘‘۔ یعنی نمک کی جو کان ہے اس میں چیزیں نمکین ہو جاتی ہیں۔ ’’ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں۔ اور روحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے‘‘ یہ جو عبادات میں حرکات ہیں اور آداب ہیں مختلف عبادتوں کے، انسان کا ایک معین معتدل نظام ہے۔ اس کو ہمیشہ نظر کے سامنے رکھنا چاہئے۔ اسراف نہ ہو۔ فرمایا کہ: ’’اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری روحانی حالتوں پر ضرور ان کا اثر ہے‘‘۔

پھر فرمایا: ’’جسمانی سجدہ بھی روح میں خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اونچی کھینچ کر اور چھاتی کو ابھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبر اور خود بینی پیدا کرتی ہے۔ تو ان نمونوں سے پورے انکشاف کے ساتھ کھل جاتا ہے کہ بے شک جسمانی اوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر ہے‘‘۔

فرمایا: ’’ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے۔ مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے، رفتہ رفتہ ان کی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خداداد اور قابل تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کی شہادت خدا کے قانون قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں کوئی بھی ان میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خور جانور رکھتا ہے پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔ ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہیں اور نباتاتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خُلق میں کم ہو جاتے ہیں۔ اور میانہ روش کو اختیار کرنے والے دونوں خُلق کے وارث ہوتے ہیں۔ اسی حکمت کے لحاظ سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ (الاعراف:32)۔ یعنی گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو تا اس کا اخلاقی حالت پر بداثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مضر صحت بھی نہ ہو۔ اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا روح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی روح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے۔ جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم پر آب ہو جاتا ہے اور جس کو خوشی ہو آخر وہ تبسم کرتا ہے‘‘۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 319-321)

تو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ خوراک کا اخلاق پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اور جب اخلاق پر بداثر پڑے گا تو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پیروی بھی متاثر ہو گی اور نتیجتاً عبادتوں پر بھی اثر پڑے گا۔ اور پھر فرمایا کہ جسمانی وضع قطع کا اخلاق پر اثر پڑتا ہے۔ جو حالتیں انسان اپنی بناتا ہے تو جب انسان کی وضع قطع ایسی ہو جس سے تکبر جھلکتا ہو، تکبر کا اظہار ہوتا ہو جیسا کہ فرمایا کہ گردن اکڑا کے چلنے والا تو ایسا انسان تو پھر اپنی زینت اس تکبر کو ہی سمجھے گا، اس گردن اکڑانے کو ہی سمجھے گا، خشیت اور عاجزی اس میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور جب یہ چیزیں پیدا نہیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بھی توجہ نہیں ہو گی۔ اگر دنیا کے دکھاوے کے لئے مسجد میں نمازوں کے لئے کبھی آ بھی جائے تو وہ دنیا کمانے کے لئے ہو گا نہ کہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وجہ سے۔ پس یہ جو لوگ بعض دفعہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد کی زینت کا تقویٰ کا، کھانے پینے سے کیا تعلق ہے اس میں یہ واضح ہو گیا کہ کھانا پینا بھی اخلاق پہ اثر ڈالتا ہے اور اخلاق عبادتوں پہ اثر ڈالتے ہیں۔

ان لوگوں کی کم فہمی ہے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں بڑی حکمتیں ہیں۔ اسراف کا مطلب فضول خرچی کرنا بھی ہے، کسی کام سے غافل ہونا بھی ہے، کام کو بھلا دینا بھی ہے۔ تو کھانے پینے سے مراد صرف کھانا پینا ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام آسائشوں، سہولتوں کا استعمال، اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کا استعمال ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جو نعمتیں مَیں نے تمہیں مہیا کی ہیں ان کا استعمال کرو، جو چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں، پاک ہیں، طیب ہیں، ان کو استعمال کرو۔ کھاؤ، جو نعمتیں تمہاری سہولت کے لئے اور تمہاری خدمت کے لئے تمہیں عطا کی ہیں ان کا استعمال کرو۔ لیکن ان کی بھی کچھ حدود ہیں۔ اتنا تجاوز نہ کر جاؤ اور اس حد تک نہ چلے جاؤ کہ ہر وقت انہیں چیزوں کی تلاش میں رہو اور عبادتوں سے غافل ہو جاؤ۔ ایک اچھی سواری، اچھی کار، اچھا گھر اور باقی سہولتیں تمہارے آرام و آسائش کے لئے ہیں اور یہ چیزیں تمہاری زینت میں بھی اضافہ کرتی ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ اصل زینت تقویٰ میں ہے اور تقویٰ پر قائم ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے گھروں کو آباد کرنا ہے۔ پس یہ خیال رکھو یہ دنیاوی زینتیں تمہیں اصل زینت سے غافل نہ کر دیں۔ تمہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے دور نہ لے جائیں۔ تمہاری عبادتیں اور تمہارے اعلیٰ اخلاق ہی اصل میں تمہاری زینت ہیں۔ تمہارے مال جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیئے ہیں، تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والے نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مزید چلانے والے ہوں۔

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس زمانے میں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اس پُرحکمت تعلیم کو سمجھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ بنتے ہوئے، توبہ و استغفار کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے توجہ بھی دیتے ہیں اور اس کی راہ میں اس کی دی ہوئی نعمتوں کو خرچ بھی کرتے ہیں۔ اور یہی سوچ ایک احمدی کی ہونی چاہئے۔ ہماری بڑائی اور زینت گردن اکڑا کے چلنے اور اپنے پیسے کے اظہار میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستے پر چلتے ہوئے اس کے حکموں پر عمل کرنے اور اس کی راہ میں خرچ کرنے میں ہے۔ پس جب تک ہم میں یہ سوچ قائم رہے گی ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھی حصہ پاتے چلے جائیں گے اور اس کے فضلوں کے وارث بھی بنتے چلے جائیں گے۔

اس زمانے میں جس میں مادیت کا دور دورہ ہے احمدی ہی ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے اس کے گھر بھی تعمیر کرتا ہے۔ اور اس کی عبادت سے اپنے آپ کو سجانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اپنی نسلوں میں بھی ان کی اعلیٰ تربیت کے ذریعہ یہ روح پھونکنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس ضمن میں مجھے یاد آیا کہ ہمارے بچپن میں تحریک جدید میں ایک مَدّ مساجد بیرون کی بھی ہوا کرتی تھی۔ ہر سال جب بچے پاس ہوتے تھے تو عموماً اس خوشی کے موقع پر بچوں کو بڑوں کی طرف سے کوئی رقم ملتی تھی۔ وہ اس میں سے اس مد میں ضرور چندہ دیتے تھے یا اپنے جیب خرچ سے دیتے تھے۔ یہ مد اب بھی شاید ہو۔ حالات کی وجہ سے پاکستان میں تو مَیں اس پر زور نہیں دیتا لیکن باہر پتہ نہیں، ہے کہ نہیں اور اسے اب بیرون کہنے کی تو ضرورت بھی نہیں۔ عموماً مساجد کی ایک مد ہونی چاہئے اس میں جب بچے پاس ہو جائیں تو اس وقت یا کسی اور خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر میں چندہ دیا کریں اور اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے کونے کونے میں بے شمار احمدی بچے امتحانوں میں پاس ہوتے ہیں۔ اگر ہر سال ذیلی تنظیمیں اس طرف توجہ دیں، ان کو کہیں اور جماعتی نظام بھی کہے کہ اس موقع پر وہ اس مَدّ میں اپنے پاس ہونے کی خوشی میں چندہ دیا کریں تو جہاں وہ اللہ تعالیٰ کا گھر بنانے کی خاطر مالی قربانی کی عادت ڈال رہے ہوں گے وہاں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فضل سمیٹتے ہوئے اپنا مستقبل بھی سنوار رہے ہوں گے۔ والدین بھی اس بارے میں اپنے بچوں کی تربیت کریں اور انہیں ترغیب دلائیں تو اللہ تعالیٰ ان والدین کو بھی خاص طور پر اس ماحول میں بہت سی فکروں سے آزاد فرما دے گا۔

اللہ کرے کہ ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق عبادتیں کرنے والے بھی ہوں جس طرح آپؑ جماعت کو بنانا چاہتے تھے۔ اور مشرق و مغرب میں مسجدوں کا جال پھیلانے والے بھی ہوں۔ اور پھر ان مسجدوں کو تقویٰ سے پُر دلوں سے بھرنے والے بھی ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مساجد کی تعمیر سے بہت سے تبلیغی راستے کھلیں گے اور اللہ کے فضل سے کھلتے بھی ہیں۔ لیکن اس کے لئے ہمیں بھی توبہ و استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معیار قائم کرنے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

آج اس مسجد کے افتتاح کے موقع پر یہاں کے پرانے احمدیوں کو یقیناً ان دو مخلصین کی یاد بھی آرہی ہو گی جو یہاں کے ابتدائی احمدیوں میں سے ہیں جنہوں نے یہاں جماعت قائم کی۔ایک وقت ایسا آیا کہ اپنے بچوں کے بڑے ہونے کی وجہ سے وہ یہاں سے شفٹ ہونا چاہتے تھے،شاید پاکستان جانا چاہتے تھے۔لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشاد پر کہ پہلے یہاں جماعت بنائیں اور پھر جائیں۔ ایک مشنری روح کے ساتھ انہوں نے یہاں کام کیا اور جماعت بنائی،تبلیغ کی، مقامی لوگوں میں بھی احمدیت پھیلی۔اور پھر اس جماعت کی تربیت اور ان مقامی لوگوں کے پیار کی وجہ سے اور تبلیغ کا جو مزا اُن کو آ چکا تھا اس وجہ سے وہ واپس جانے کا خیال ہی بھول گئے اور یہیں کے ہو گئے۔اور پھر ان دونوں کی یہیں وفات بھی ہوئی اور یہیں دفن بھی ہیں۔آج ڈاکٹر حمید خان صاحب اور ساجدہ حمید صاحبہ کی روح بھی اس مسجد کی تعمیر کا ثواب حاصل کر رہی ہوگی۔ان کو بھی یہ ثواب مل رہا ہوگا جن کی کوششوں سے یہ رقبہ خریدا گیا اور جن کی خواہش پر اللہ کے فضل سے یہ مسجد بن بھی گئی ہے۔

ان دونوں فدائین کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی احمدیت کا حقیقی خادم بنائے۔ان کے چاروں بچوں میں سے بڑی بیٹی یہاں رہتی ہیں۔ ماشاءاللہ، اللہ کے فضل سے اپنے ماں باپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے کام میں اور ان کے علم میں مزید برکت ڈالے۔امید ہے کہ چھوٹا بیٹا جو تعلیم کے لئے لندن مقیم ہے وہ بھی یہاں آ کے رہے گا تا کہ اس کام کو جاری رکھے جو اس کے ماں باپ نے جاری کیا۔

بہر حال جب بھی ہارٹلے پول کی تاریخ احمدیت لکھی جائے گی، یہاں کی جماعت کی تاریخ لکھی جائے گی اس جوڑے کا نام سب سے نمایاں ہوگا جنہوں نے یہاں جماعت قائم کی۔اب تو اللہ کے فضل سے یہاں کافی لوگ ہیں۔کچھ اسائلم والے بھی آ گئے، دوسرے بھی آ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو توفیق دے کہ اس جوڑے کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، تبلیغ کے میدان میں بھی آگے بڑھیں اور جماعت میں اضافے کا باعث بنیں اور اس مسجد کے اصل مقصد کو پورا کرنے والے بھی ہوں۔

دوسری بات جو مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ ہے تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان۔یکم نومبر سے تحریک جدید کے نئے سال کا آغاز ہو جاتا ہے لیکن گزشتہ جمعہ عید کی وجہ سے اس کا اعلان نہیں کیا گیا اس لئے آج مَیں اس نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔میرا نہیں خیال کہ خلیفۃ المسیح کے UK ہجرت کر جانے کے بعد لندن سے باہر کبھی تحریک جدید کا اعلان ہوا ہو۔ہارٹلے پول سے تو بہر حال کبھی نہیں ہوا اور ایم ٹی اے کے ذریعے سے Live کبھی نہیں ہوا۔تو آج اس نئی مسجد کے افتتاح کے ساتھ تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان بھی ہو رہا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے تحریک جدید کو جاری کرنے کا مقصد یہی تھا کہ مبلغین تیار ہوں جو بیرونی ملکوں میں جائیں، وہاں مشن کھولے جائیں، مسجدیں تعمیر کی جائیں اور اسلام اور احمدیت کے پیغام کو دنیا میں پھیلایا جائے۔آپؓ نے ایک دفعہ بڑے درد سے فرمایا تھا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ دنیا کے چپہ چپہ پر مسجد بن جائے اور دنیا جس میں عرصہ دراز سے تثلیث کی پکار بلند ہو رہی ہے خدائے واحد کے نام سے گونجنے لگے۔پس آج ہم خوش تو ہیں کہ عیسائیت کے گڑھ میں ہم نے خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے ایک اور مسجد کا افتتاح کر دیا ہے۔لیکن یہ ہماری انتہا نہیں ہے۔ ہمارے مقصد تو تبھی پورے ہوں گے جب ہم ہر شہر میں، ہر قصبے میں اور ہر گاؤں میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے مسجد تعمیر کریں گے اور اس کو پھر خالصتاً خدائے واحد کی عبادت کرنے والی روحوں سے بھر دیں گے۔

پس یہ وہ روح ہے جس کے ساتھ واقفین زندگی اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں اور اسی روح کے ساتھ زندگیاں وقف کرنی چاہئیں ہمارے سارے مبلغین کو، سارے واقفین زندگی کو۔اور یہ وہ روح ہے جس کے ساتھ مجاہدین تحریک جدید مالی قربانیاں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔اور اس روح کے ساتھ قربانیاں پیش کرنی چاہئیں۔جب یہ جذبہ ہر دل میں ہوگا تو قربانیوں کے معیار بھی بڑھیں گے اور ہر ایک صرف اس وجہ سے تحریک جدید میں حصہ نہیں لے رہا ہوگا کہ مجبوری ہے اس کو سیکرٹری تحریک جدید کی طرف سے یا جماعت کی طرف سے توجہ دلائی گئی ہے، بلکہ دلی جوش اور جذبے کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اس تحریک میں حصہ لے رہے ہوں گے۔

اب گزشتہ سال کے کوائف بتانے سے پہلے یہ بھی بتا دوں کہ گزشتہ سال مَیں نے اعلان کیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں یہ توجہ دلائی تھی کہ دفتر اول کے پانچ ہزار مجاہدین کے کھاتے کبھی مردہ نہیں ہونے چاہئیں۔ان بزرگوں کے لواحقین کو کوشش کرنی چاہیئے، ان کے ورثاء کو کوشش کرنی چاہیئے کہ جو کھاتے ختم ہو گئے ہیں وہ دوبارہ زندہ ہوں لیکن اُس وقت کیونکہ براہ راست سننے کا ذریعہ نہیں تھا اور ہر ایک تک خبر بھی نہیں پہنچی ہوگی۔شاید اسی لئے اس اعلان کے باوجود لوگوں نے اس طرف توجہ نہیں کی تھی۔لیکن گزشتہ سال میرے توجہ دلانے پر ان بزرگوں کی اولادوں نے بھی یا دوسروں نے بھی کافی رقوم بھیجی ہیں اور تقریباً ساڑھے تین ہزار کے قریب مردہ کھاتے زندہ ہو چکے ہیں۔اور یہ رقوم جو آئی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب ہر سال اس آخری ادائیگی کے مطابق جو ان مجاہدین نے کی تھی سوائے ان کے جن کے ورثاء نے خود کھاتے جاری کروائے ہیں باقی جو کھاتے ہیں وہ ان کی آخری ادائیگی کے مطابق جاری کر دیئے گئے ہیں اور انشاءاللہ جاری رہیں گے اور یہ تسلسل قائم رہے گا۔

اب کوائف پیش کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو رپورٹس موصول ہوئی ہیں،(تمام آتی بھی نہیں ہیں) ان کے مطابق مجموعی ادائیگی 34 لاکھ 46 ہزار پاؤنڈ ہے۔کیونکہ بہت سی جگہوں پر عموماً کرنسی کی قیمت گرنے سے قیمت میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔پھر بھی وصولی گزشتہ سال سے تین لاکھ اٹھارہ ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔پاکستان بھی اپنی پوزیشن کے لحاظ سے حسب سابق اول ہے۔پھر امریکہ ہے، پھر برطانیہ ہے، جرمنی، کینیڈا، انڈونیشیا، بھارت، بلجیم ، آسٹریلیا، ماریشس اور سوئٹزرلینڈ۔آسٹریلیا نے اس دفعہ بڑی کوشش کی ہے کہ دسویں نمبر سے نویں نمبر پر آیا ہے اور افریقن ممالک میں نائیجیریا نے اس دفعہ بڑا نمایاں کام کیا ہے۔گزشتہ سال کی نسبت انہوں نے تقریباً دوگنی وصولی کی ہے اور افریقہ کی جماعتوں میں تو نائیجیریا ہی نمبر ایک پر ہے۔

جو مجاہدین ہیں ان کی تعداد 4 لاکھ 42 ہزار ہے۔اس میں بڑی گنجائش ہے جماعتوں کو مَیں نے کہا ہے کہ اس میں اضافہ کریں۔اگر یہ اضافہ کر دیں گے تو کئی گنا چندہ بڑھ سکتا ہے۔بہر حال گزشتہ سال کی نسبت 24 ہزار زائد افراد نے اس قربانی میں حصہ لیا ہے۔

پاکستان کے کیونکہ جماعت وار کوائف بھی بتائے جاتے ہیں اس لئے وہاں جماعتوں کی پوزیشن کے لحاظ سے اوّل لاہور ہے، دوم ربوہ اور سوئم کراچی۔اور پاکستان میں نمایاں کام کرنے والی جماعتوں میں اسلام آباد، راولپنڈی، کوئٹہ، ملتان، سرگودھا، کنری، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان، مردان، واہ کینٹ، خانیوال۔اس کے علاوہ جو نمایاں چھوٹی جماعتیں ہیں ان میں کوٹلی، کھوکھر غربی، گھٹیالیاں، بشیر آباد سندھ، مظفر گڑھ، بدین، مٹھی نے بھی کافی کام کیا ہے۔اور ضلعوں کا نام بھی لیا جاتا ہے اس لئے وہ بھی عرض کر دوں۔ان ضلعوں میں سیالکوٹ، میرپور خاص، بہاولنگر ،نارووال ، حیدر آباد، پشاور، میرپور آزاد کشمیر، سانگھڑ، منڈی بہاؤالدین اور قصور۔اس ترتیب سے ان کی پوزیشن ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام قربانی کرنے والوں کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے اور یہ سب قربانی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر پانے والے ہوں اور آئندہ ان قربانیوں کو بڑھانے والے بھی ہوں اور اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننے والے بھی ہوں۔

ہم اور غیروں میں فرق

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

’’ہم میں اور غیروں میں کیا فرق ہے؟ یہی تو فرق ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت سے وابستہ ہو چکے ہیں جبکہ بہت سے لوگ اس کا انکار کر چکے ہیں۔ہم اس دور میں داخل ہوئے ہیں جہاں حسنات بدیوں کو دور کرنا شروع کر دیتی ہیں۔پس ان حسنات کے ساتھ بڑی قوت سے چمٹے رہیں اور تاریخ انسانی سے سبق حاصل کریں۔جب بھی آپ میں مثبت نیکیاں کم ہونی شروع ہو جائیں گی لازماً آپ میں بدیاں داخل ہونا شروع ہو جائیں گی اور جب بدیاں داخل ہو جائیں تو محض یہ تعلیم کہ بدیاں چھوڑ دو یہ کسی کام نہیں آئے گی۔کبھی کوئی کسی کے کہنے سے بدیاں نہیں چھوڑا کرتا۔ہاں اگر قوم نیکیاں اختیار کرے تو بدیاں خود بخود زائل ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت جماعت احمدیہ کا یہ معیار ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہت بڑا احسان ہے کہ ایسے انسانوں کی ایک جماعت پیدا کر دی جو نیکی کی باتیں زیادہ سنتی ہے اور اس پر جلد عمل کرتی ہے اور برائیوں کے خلاف ان میں طبعی اور فطری بغاوت پیدا ہو چکی ہے لہذا منافقوں اور مخالفین جماعت کو بہت کوشش اور جدوجہد سے احمدیوں میں برائیاں داخل کرنی پڑتی ہیں۔دفاع کی طاقت از خود پیدا ہوگئی ہے اور یہ دفاع کی طاقت نیکیوں کا طبعی نتیجہ ہے۔جب تک نیکیاں آپ میں رہیں گی دفاع کی طاقت بھی موجود رہے گی۔جب نیکیاں ختم ہوں گی تو دفاع کی طاقت بھی خود بخود ختم ہوتی چلی جائے گی‘‘۔(خطبات طاہر جلد دوم صفحہ 410-411)

M. S. DOUBLE GLAZINGLTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8239 8312 Mobile: 07734470783 Fax: 020 866 1190
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

بقیہ:سانحۂ مونگ از صفحہ نمبر 4

ہوئے کہ ان کو کیا ہو گیا ہے بین کیوں نہیں کرتیں۔ ان کا ایک بیٹا عامر محمود راجہ بھی اسی سانحہ میں زخمی ہوا ہے۔ جس کی عمر 15 سال ہے۔

محمد اسلم گُلّہ صاحب

محمد اسلم گُلّہ صاحب ولد خوشی محمد گُلّہ صاحب۔ ان کی عمر 70 سال تھی۔ نمازوں کے پابند تھے۔ جماعت کے فعال کارکن تھے۔ 1992ء میں ان کے خلاف دعوت الی اللہ کا مقدمہ کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں اسیر راہ مولیٰ بھی رہے تھے۔ آپ بہت ملنسار اور خوش اخلاق تھے۔ حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ان کا ایک بیٹا جرمنی سے ان کی بیٹی کی شادی کے سلسلہ میں آیا ہوا تھا۔ یہاں خوشیاں منانے آئے تھے مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ان کی دو بیٹیاں غمزدہ حالت میں تھیں کچھ کہنا مشکل ہو رہا تھا۔ کیونکہ ان کا بھائی یاسر احمد بھی اسی سانحہ میں راہ مولیٰ میں قربان ہو گیا تھا۔ اس ایک گھر سے باپ محمد اسلم گُلّہ عمر 70 سال اور بیٹا یاسر احمد عمر 15 سال کا جنازہ اٹھا۔

جب مزدور لگاتے تو یہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل دیتے۔ سب عزیز و اقارب دکھی تھے مگر ان کے ہمیشہ کی زندگی پانے پر فخر بھی محسوس کر رہے تھے۔ ان کے پیٹ اور سینہ میں گولیاں لگیں اور موقع پر ہی راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے۔ ان کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ ایک بیٹا شہید ہو گیا۔ اہلیہ بھی پسماندگان میں ہے۔ ایک بیٹی غیر شادی شدہ ہے۔

یاسر احمد گُلّہ صاحب

یاسر احمد گُلّہ صاحب ولد محمد اسلم گُلّہ عمر 15 سال۔ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل تھا۔ اس چھوٹی عمر میں ہی پانچ وقت کی نمازوں کا پابند تھا۔ بہت فرمانبردار، نیک، ہنس مکھ اور اچھی عادات والا بچہ تھا۔ خادمانہ رنگ میں ہر ایک کے ساتھ اچھا تعلق رکھتا تھا۔ گھر اور باہر دوستوں میں بھی بہت مقبول تھا۔ بہت محنتی اور ہونہار تھا۔ ایک بھائی ملک سے باہر ہوتے ہیں جب وہ انہیں باہر آنے کا کہتے تو ہر دفعہ یہی جواب دیتا کہ نہیں مَیں نے میٹرک کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ لینا ہے اور مربی سلسلہ بن کر جماعت کی خدمت کروں گا۔ ابھی میٹرک کا طالب علم تھا۔ گھر میں آئے ہوئے مہمان بچوں سے کئی پروگرام بنا کر مسجد گیا۔ کسی سے بھی کوئی عداوت نہ تھی۔ ان کے والد محمد اسلم گُلّہ بھی اسی سانحہ میں راہ مولا میں قربان ہو گئے۔ یاسر احمد جماعتی کام بہت شوق سے کیا کرتا تھا۔ ہسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

راجہ محمد اشرف صاحب

راجہ محمد اشرف صاحب ولد راجہ اللہ دتہ صاحب عمر 68 سال۔ زمینداری کرتے تھے۔ ان کے 4 بیٹے اور 2 بیٹیاں ہیں۔ سب شادی شدہ ہیں۔ ایک بیٹا راجہ عابد محمود صاحب بھی اسی سانحہ میں راہ مولا میں قربان ہو گئے۔ ان کے پیٹ اور کمر میں گولیاں لگیں۔ ایک عینی شاہد محمد وحید صاحب (جو کہ خود زخمی ہوئے۔ ان کا بیٹا شہید ہوا) نے کہا کہ جب میری نظر ان پر پڑی تو یہ اپنا پیٹ پکڑے اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے اور ساتھ ہی اپنے صافہ (سر پر رکھنے والا کپڑا) سے اپنے پیٹ کو باندھنے کی کوشش کر رہے تھے جب میں مدد کے لئے آگے بڑھا تو بڑے حوصلہ سے کہا کہ مَیں خود کو سنبھال لوں گا تم دوسروں کو دیکھو۔ آخر تک حوصلہ سے دوسروں کی خدمت کے لئے کہتے رہے۔ ان کے بیٹے رؤف نے کہا کہ یہ ہمیں رونے سے منع کر رہے تھے۔ ہسپتال میں وفات ہوئی۔

راجہ محمد اشرف صاحب بھی پنجوقتہ نمازوں کے پابند تھے۔ جماعتی کاموں میں فعال تھے۔ بہت اچھی طبیعت والے تھے۔ دو بیٹے، راجہ ساجد محمود صاحب اور راجہ عرفان احمد صاحب زخمی ہوئے۔

راجہ عابد محمود صاحب

راجہ عابد محمود صاحب ولد راجہ اشرف صاحب عمر 30 سال ساؤتھ افریقہ میں رہتے تھے۔ وہاں جانے سے قبل قائد خدام الاحمدیہ مونگ تھے۔ ڈیڑھ سال قبل آئے تھے اور شادی ہوئی تھی۔ اسی سال بچی کی پیدائش کے بعد پہلی دفعہ آئے تھے۔ 3/اکتوبر کو پہنچے۔ 7/اکتوبر کو یہ واقعہ ہوا۔ شدید زخمی ہوئے۔ بعد میں ہسپتال پہنچ کر راہ مولا میں قربان ہو گئے۔ ان کے والد راجہ محمد اشرف صاحب بھی اسی واقعہ میں راہ مولا میں قربان ہو گئے۔ بہت نیک شریف آدمی تھے اور بہت ہی خاموش طبع انسان تھے۔ ان کی کسی سے کوئی عداوت نہ تھی۔ پنجوقتہ نمازوں کے عادی تھے۔ ان کے خسر ارشاد احمد صاحب نے کہا کہ بہت اچھی طبیعت تھی۔ انتہائی مخلص فرمانبردار اور ہنس مکھ تھا۔ خدا نے بہت بڑا رتبہ دیا ہے۔ یہ اس رتبہ کے لائق تھا۔ ان کو بہت بڑا انعام ملا ہے۔ ہمارے لئے آزمائش ہے خدا ہم سب کو صبر عطا کرے۔

راجہ عبدالمجید صاحب

راجہ عبدالمجید صاحب ولد راجہ احمد خان صاحب عمر 43 سال۔ زمینداری کرتے تھے۔ انتہائی شریف النفس مشہور تھے۔ گاؤں میں کبھی کسی سے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ کسی کو بھی ان سے کوئی گلہ نہ تھا۔ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ مگر نمازوں کا خیال رکھتے تھے اور باقاعدہ نمازی تھے۔ جماعتی کاموں میں آگے آگے ہوتے تھے۔ مقامی جماعت کے سیکرٹری امور عامہ تھے۔ ان کی والدہ حیات ہیں۔ 3 بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔ ایک بیٹا عدنان احمد زخمی ہوا۔ ان کی اہلیہ نے بھی صبر و استقامت کی عمدہ مثال قائم کی۔ آپ اس واقعہ کے بعد بھی گھر کے کام کاج میں اسی طرح مصروف رہیں حالانکہ خاوند شہید ہوا اور بیٹا زخمی ہوا۔ دوسروں کو بھی رونے سے منع کرتی تھیں کہ وہ تو ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔

زخمی افراد

1 ۔راجہ عدنان احمد اسی سانحہ میں قربان ہونے والے مکرم راجہ عبدالمجید صاحب کا بیٹا ہے۔ عمر 12 سال ہے۔ زیر تعلیم ہے۔ لاہور ہسپتال میں زیر علاج ہے۔

2 ۔راجہ عامر محمود یہ بھی اسی سانحہ میں قربان ہونے والے مکرم راجہ الطاف محمود صاحب کا بیٹا ہے عمر 15 سال ہے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ والد کی وفات کو بہت حوصلہ سے برداشت کیا۔

3 ۔راجہ عرفان اشرف صاحب اسی سانحہ میں قربان ہونے والے راجہ محمد اشرف صاحب کے بیٹے اور قربان ہونے والے راجہ عابد محمود کے بھائی ہیں۔

4 ۔راجہ ساجد محمود صاحب۔ یہ بھی راجہ محمد اشرف صاحب شہید کے بیٹے ہیں۔ سر پر گولی رگڑتے ہوئے گزر گئی۔

5۔محمد وحید صاحب ان کی عمر 51 سال ہے۔ ان کا ایک بیٹا احمد وحید اس سانحہ میں قربان ہو گیا اور دوسرا بیٹا توصیف احمد زخمی ہوا۔ ان کا صبر و استقامت بھی زبردست تھا۔ باوجود اس کے کہ بیٹا شہید ہو گیا۔ اس کا جنازہ گھر بھجوایا۔ خود بھی زخمی ہوئے۔ مگر بڑے صبر اور حوصلہ سے دوسرے زخمیوں کی دیکھ بھال میں لگے رہے۔ گولی لگی ہوئی ہے، خون بہہ رہا ہے مگر دوسروں کی تکلیف کا خیال زیادہ ہے۔

6 ۔توصیف احمد صاحب، محمد وحید صاحب کے بیٹے ہیں۔ بازو پر زخم آئے۔

7۔محمد ایوب گُلّہ صاحب ولد محمد یعقوب گُلّہ صاحب۔ کولہے پر گولیاں لگی ہیں۔ کھاریاں ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ ان کے چچا محمد اسلم گُلّہ صاحب اسی سانحہ میں قربان ہو گئے۔

8۔راجہ عمر فاروق صاحب، راجہ فاروق احمد صاحب کے بیٹے ہیں۔ عمر 10 سال ہے۔ دائیں ہاتھ پر چوٹیں آئی ہیں۔

9۔راجہ بلال احمد صاحب ولد راجہ محمد افضل صاحب عمر 16 سال کلاس دہم کے طالب علم ہیں۔

10۔راجہ ابوہریرہ صاحب ولد راجہ نصراللہ صاحب عمر 16 سال کمر پر گولیاں لگیں۔

11۔راجہ قمر شہزاد صاحب ولد راجہ نصراللہ صاحب عمر 27 سال۔ گھٹنے میں گولیاں لگیں۔

12۔راجہ بشارت احمد صاحب ولد بشیر احمد صاحب عمر 44 سال۔ ان کی کمر میں زخم آئے ہیں۔ جماعت کے سیکرٹری مال ہیں۔ پہلے لاہور میں زیر علاج رہے اب منڈی میں ہیں۔

13۔ساجد منیر صاحب کھوکھر ولد جلال دین صاحب عمر 33 سال۔ سینے اور ہاتھ میں گولیاں لگیں۔

14۔ممتاز علی صاحب منج ولد غلام احمد منج صاحب عمر 65 سال مجلس انصاراللہ مونگ کے زعیم ہیں۔

15۔سید صادق احمد شیرازی صاحب ولد سید حامد شاہ صاحب صدر جماعت مونگ ہیں۔ اس وقت امامت کروا رہے تھے۔ بازو پر گولی رگڑ کر گزر گئی۔

16۔سید محمود صادق صاحب ولد صادق احمد شیرازی صاحب۔ ان کو بھی معمولی چوٹیں آئیں۔ اسی دن فارغ کر دیئے گئے تھے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام شہداء کو اپنے قرب میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام زخمیوں کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔ نیز تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور اس عظیم قربانی کا اجر ساری جماعت کو ہمیشہ کی طرح اپنے فضلوں کی صورت میں عطا فرمائے۔ آمین

سانحۂ مونگ سے متأثر ہو کر

زندگی موردِ الزام ہوئی جاتی ہے — اف کہ دنیا تری بدنام ہوئی جاتی ہے
واہمہ ہے کوئی۔ یا سچ ہے۔ یہ معلوم نہیں — سرسراہٹ سی سرِ بام ہوئی جاتی ہے
درد سا سینہ میں ٹھہرا ہے کہ دل روتا ہے — زندگی درد بھرا جام ہوئی جاتی ہے
وصل کا جام چھلک جانے کو ہے ہوش نہیں — جان جاں جان ترے نام ہوئی جاتی ہے
زندہ رہنے کا کوئی ڈھنگ نہیں موت ہے عام — اور وباؤں کی طرح عام ہوئی جاتی ہے
روح کے گھاؤ بھڑک اٹھے اندھیرے لپکے — ہر تمنا مری ناکام ہوئی جاتی ہے
دھندلکا چھا گیا بارود کی بو پھیل گئی — دن ڈھلا ہی نہیں اور شام ہوئی جاتی ہے
تیرے ہی گھر میں کھڑے لوگوں کی بے داغ قباء — خون کے چھینٹوں سے گلفام ہوئی جاتی ہے
چاہنے والوں کے چہروں سے نظر ہٹتی نہیں — روح کچھ مائلِ آرام ہوئی جاتی ہے
جشن ہے جنتِ فردوس میں دیوانوں کا — ہر قبا خلعت و انعام ہوئی جاتی ہے
ہم بلا نوش تھے ہر غم کی سزا جھیل گئے — ہر بلا درد تہہ جام ہوئی جاتی ہے
سانحے کوئی تو گزرے ہیں تبھی ہوش نہیں — نامور ہوتی تھی گمنام ہوئی جاتی ہے
گھپ اندھیروں میں ہے اب وقت کا پنچھی عظمت — دیپ جلواؤ کہ اب شام ہوئی جاتی ہے

(ڈاکٹر فہمیدہ منیر)

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

بینن کے کولن ڈیپارٹمنٹ میں Yaoui گاؤں میں مسجد الناصر کے افتتاح کی پُرمسرت و مبارک تقریب

جماعت احمدیہ بینن کو امسال جن مساجد کی تعمیر کی بفضلہ تعالیٰ توفیق ملی ان میں مسجد الناصر بھی ہے جو کولن ڈیپارٹمنٹ کے Yaoui گاؤں میں تعمیر ہوئی. یہ نومبائعین کا گاؤں بینن کے شہر Save سے 48 کلومیٹر جانب شمال سڑک پر واقع ہے یہاں کے مبلغ سلسلہ محترم اصغر علی صاحب بھٹی ہیں انہی کی زیرنگرانی اس مسجد کی تعمیر ہوئی اور مورخہ 30رمئی 2005ء کو اس کا افتتاح عمل میں آیا۔

افتتاح کے موقع پر محترم خالد محمود شاہد صاحب امیر جماعت بینن کے ساتھ محترم عیسیٰ داؤد صاحب نائب امیر، مکرم ناصر احمد محمود طاہر، مکرم مجیب احمد صاحب منیر، مکرم عرفان احمد ظفر صاحب مکرم عبدالقدوس صاحب مبلغین سلسلہ کے علاوہ نیشنل مجلس عاملہ کے 5 اراکین شامل ہوئے۔ یہ مرکزی وفد جونہی Yaoui گاؤں کی حدود میں داخل ہوا تو گاؤں کے خدام (جنہوں نے ''محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں'' والی سفید شرٹیں پہن رکھیں تھیں) نے اس قافلے کا استقبال کیا۔ کچھ دور تک جانے کے بعد امیر صاحب سمیت سب احباب گاڑیوں سے نکلے اور گاؤں والوں کے جوش اور جذبے میں شریک ہوکر پیدل چلنے لگے۔ گاؤں کے بادشاہ اور آئمہ اور صدر صاحب استقبال اور معانقہ کے بعد سارا گاؤں کچی سڑک کے دونوں طرف لا الہ الا اللہ ورد کرتے اور نغمات گاتے ہوئے امیر صاحب کے ساتھ مصافحہ کررہے تھے۔. یہ سڑک کے دونوں جانب کوئی 300 گز کی لائینیں تھیں۔ پھر ڈھول کی آواز اور ان کے نغمات کی گونج سارے گاؤں میں سنائی دیتی تھی۔ یہ لوگ کچھ دیر تک لڈیاں ڈال ڈال کر اپنی خوشی کا اظہار بھی کرتے رہے۔ بالآخر انہیں خاموش کروا کر پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔ اس تقریب میں نہ صرف اس گاؤں کے احمدی افراد شامل تھے بلکہ تمام مذاہب اور قوموں کے افراد (جو اس گاؤں سے تعلق رکھتی تھیں) بھی شامل تھے۔ علاوہ ازیں قریبی گاؤں توئی کے بادشاہ اور امام بھی آئے ہوئے تھے۔

تلاوت کے بعد گاؤں کے بچوں نے ترانہ گایا اور پھر باری باری اس علاقہ کے سرکردہ افراد نے تقاریر کیں اور اس بات کا اظہار کیا کہ جماعت احمدیہ جو برکات لائی ہے اللہ کرے کہ اس میں سے ہمارا ہر فرد واحد ضرور حصہ پائے۔

Yaoui کے صدر جماعت صاحب نے اپنی تقریر کے دوران بتایا کہ 2 سال قبل اس گاؤں میں خدا کا ایک بھی گھر نہ تھا۔ اور ہم تعمیر کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ خدا برکت دے جماعت احمدیہ کو اور ان کے امیر کو کہ ہر مشکل پر ہماری ہمت بڑھاتے رہے اور آج ہم خدا کے گھر کو تعمیر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر توئی گاؤں کے بادشاہ نے اپنی تقریر میں سب کے شکریہ کے ساتھ غانا جماعت کا بھی شکریہ ادا کیا کہ ان کے ذریعہ بینن میں پہلی بار جماعت احمدیہ آئی اور جماعت احمدیہ نے غانا میں بھی مساجد، ہسپتال اور سکول کھول کر ہم غریب عوام کی خدمت کی اور باقی افریقہ میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ احمدیت ایک اچھا مذہب نہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ بہت اچھا مذہب بلکہ حقیقی اسلام ہے۔ احمدی صرف کلیساؤں میں ہی تبلیغ نہیں کرتے بلکہ گھر گھر جا کر تبلیغ اور تربیت کے کام سرانجام دیتے ہیں۔ بادشاہ کے بعد Yaoui کے قائد صاحب نے کہا کہ یہ مسجد صرف بڑے بڑے سرداروں یا بڑے بڑے لوگوں کے لئے نہیں۔ اس میں ہر ایک بچہ بڑا آ کر خدا کی عبادت کرسکتا ہے اس لئے جماعت کی طرف سے باقی تمام مسلمانوں کو بھی یہاں آکر عبادت بجالانے کی اجازت ہے۔

مرکزی وفد میں سے محترم نائب امیر صاحب نے اپنی تقریر کے دوران ﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ کا مضمون بیان کرکے Yaoui اور پھر توئی گاؤں کے لئے خصوصی دعا کی تحریک کی کہ سب سے پہلے اس توئی گاؤں والوں نے بغیر کسی مشکل کے احمدیت کو قبول کیا۔ اللہ ان پر برکتیں نازل کرے اور ان کے ذریعہ برکات سارے بینن میں پھیل جائیں۔

اس موقع پر توئی کے بادشاہ نے بتایا کہ پرسوں یعنی 28 مئی 2005ء کو تمام بادشاہوں کی میٹنگ میں Atate (آتاتے) گاؤں کے بادشاہ نے کہا کہ ادھر ادھر گاؤں میں احمدیت چلی گئی ہے مگر ہمارے یہاں اتاتے گاؤں میں ابھی تک نہیں آئی۔ آتاتے میں بھی مسلمان لوگ ہیں وہ بھی احمدیت کے پیاسے ہیں احمدیت وہاں بھی پہنچے اور اپنی خدمات سے انہیں بھی مستفیض کرے۔ ان تقاریر کے بعد محترم امیر صاحب بینن نے اپنے خطاب میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آنحضور ﷺ کے فرمودات مسجد کے حوالے سے سنائے اور سمجھایا کہ مسجد سے اپنے دلوں کو کیسے اٹکائے رکھنا ہے۔ مساجد کاروباری گفتگو کے لئے نہیں بلکہ خالصۃً ذکرِ الٰہی کیلئے ہیں۔ یہ مساجد صرف پانچ نمازوں کے وقت داخل ہونے کے لئے نہیں بلکہ ہر مشکل اور مصیبت کے وقت اور عام حالات میں بھی اس گھر میں آئیں اور خدا کو پکاریں۔ نیز آپ نے مسجد کے آداب بھی بتائے۔

تقریر کے بعد رسمی افتتاح کی غرض سے یادگاری تختی کی نقاب کشائی کیلئے تمام احباب مسجد کے دروازے پر تشریف لے گئے۔ حاضرین کی موجودگی میں بادشاہ اور امام کے ہمراہ محترم امیر صاحب نے نقاب کشائی کی اور پھر دعا کرکے مسجد میں داخل ہوئے۔ اس دوران تمام احباب کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد بلند آواز سے کررہے تھے اور نعرہ ہائے تکبیر بھی لگائے جارہے تھے۔

یہ مسجد 13x12 مربع میٹر کے رقبہ پر مشتمل 2.9 ملین فرانک سیفا کے خرچ سے تعمیر ہوئی ہے۔ اس میں گاؤں کے مردوزن افراد نے بجری، ریت، مزدوری اور وقارعمل کے ذریعہ تقریباً 180,000 فرانک سیفا سے زائد رقم کی بچت کی۔. فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اس تقریب کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا اور بعد میں نماز ظہر باجماعت ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مسجد کو اس سارے علاقہ کے لئے توحید کا مرکز بنادے اور یہاں سے اسلام اور احمدیت کا نور لوگوں کے دلوں کو منور کرے تا سبھی مامورِ زمانہ کو پہچان لیں۔ (آمین ثم آمین)

بقیہ: مسیح اور مہدی ایک وجود ہیں
از صفحہ نمبر12

کی روحانیت نے اپنا خاصہ روح اللہ ہونے کا اس کے اندر ڈالا۔'' (ایام الصلح۔ صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۴،۳۹۵)

۳۔ ''غرض آنے والے مصلح کے لئے جو خاتم المصلحین ہے دو جوہر عطا کیے گئے ہیں ایک علم الہدی جو مہدی کے اسم کی طرف اشارہ ہے جو مظہر صفت محمدیت ہے۔ یعنی باوجود اُمیّت کے علم دیا جانا۔ اور دوسرے تعلیم دین الحق جو انفاس شفا بخش مسیح کی طرف اشارہ ہے یعنی روحانی بیماریوں کے دور کرنے کے لیے اور اتمام حجت کے لیے ہر ایک پہلو سے طاقت عطا ہونا۔ اور صفت علم الہدی اس فضل پر دلالت کرتی ہے جو بغیر انسانی واسطہ کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا ہو۔ اور صفت علم دین الحق افادہ اور تسکین قلوب اور روحانی علاج پر دلالت کرتی ہے''۔

(اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۵ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۵۷)

۴۔ ''مہدی کے مفہوم میں یہ معنے ماخوذ ہیں کہ وہ کسی انسان کا علم دین میں شاگرد یا مرید نہ ہو۔ اور خدا کی ایک خاص تجلی تعلیم لدنی کے نیچے دائمی طور پر نشوونما پاتا ہو جو روح القدس کے ہر یک تمثل سے بڑھ کر ہے۔ اور ایسی تعلیم پانا صفت محمدی ہے اور اسی کی طرف آیت ﴿عَلَّمَہ شدیدُ القوی﴾ میں اشارہ ہے اور اس فیض کے دائمی اور غیر منفک ہونے کی طرف آیت ﴿مَا یُنۡطِقُ من الھَوی اِنۡ ھُوَ اَلَّا وَحۡیٌ یُوۡحی﴾۔ میں اشارہ ہے اور مسیح کے مفہوم میں یہ معنے ماخوذ ہیں جو دائمی طور پر وہ روح القدس کے شامل حال ہو۔ جو شدید القویٰ کے درجہ سے کمتر ہے کیونکہ روح القدس کی تاثیر ہے کہ وہ منزل علیہ میں ہو کر انسانوں کو راستے کا ملزم بناتا ہے۔ مگر شدید القوٰی راستے کا اعلی رنگ منزل علیہ میں ہوکر انسانوں کے دلوں میں چڑھاتا ہے۔''

(اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۸، صفحہ۱۹ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ حاشیہ صفحہ ۳۶۰، ۳۶۱)

۵۔ ''پیشگوئیوں میں آنے والے مسیح کی نسبت یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ دونوں قسم کی برکتیں جسمانی اور روحانی پائے گا۔ چنانچہ اشارہ کیا گیا تھا کہ روحانی اور غیر فانی برکتیں جو ہدایت کاملہ اور قوت ایمانی کے عطا کرنے اور معارف اور لطائف اور اسرار الٰہیہ اور علوم حکمیہ کے سکھانے سے مراد ہے ان کے پانے کے لحاظ سے وہ مہدی کہلائیگا۔ اور وہ برکتیں چشمۂ فیض محمدیہ سے اس کو ملیں گی۔ کیونکہ خالص مہدویت بلا آمیزش وسائل ارضیہ صفت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس لیے اس لحاظ سے خدا کے نزدیک اس مجدد کا نام احمد اور محمد ہوگا۔ اور یہ بھی اشارہ کیا گیا تھا کہ جو جسمانی اور فانی یعنی دنیوی برکتیں ہیں جو ہمیشہ نہیں رہ سکتیں اور محدود اور قابل زوال ہیں جن سے مراد یہ ہے کہ دوستوں اور غریبوں اور مسکینوں اور رجوع کرنے والوں کی نسبت ان کی صحت اور عافیت یا کامیابی اور امن یا فقر و فاقہ سے مخلصی اور سلامتی کے بارہ میں برکات عطا کرنا اور ظالم درندوں کی نسبت ان کی ہلاکت اور تباہی کے بارہ میں جو درحقیقت غریبوں اور نیکوں کی نسبت وہ بھی برکات ہیں۔ قہر الٰہی کی بشارت دی تھی۔ ان برکات کے عطا کرنے کے لحاظ سے اور نیز ان دنیوی برکات کے لحاظ سے بھی کہ اس زمانہ میں انسانوں کی زندگی میں بہت سے وسائل آرام پیدا ہو جائیں گے۔ وہ عیسیٰ ابن مریم کہلائیگا۔ کیونکہ جو برکات اعلی درجہ کی اور بکثرت حضرت مسیح کو دی گئی تھیں وہ یہی ہیں۔ اس لیے آخری امام کے لیے ان برکات کا سرچشمہ حضرت مسیح ٹھہرائے گئے۔ اور چونکہ حقیقت عیسوی یہی ہے۔ اس لیے اس حقیقت کے پانے والے کا نام عیسیٰ ابن مریم قرار پایا۔ جیسا کہ مہدویت کے لحاظ سے جو حقیقت محمدیہ تھی اس کا نام مہدی رکھا گیا۔''

(ایام الصلح صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۷، ۳۹۸)

اور اس مجدد کے تین نام ہیں جو احادیث صحیحہ میں بتصریح مذکور ہیں۔ یعنی حکم اور مہدی اور مسیح۔ اور جیسا کہ روایت کیا گیا ہے حکم کے نام کی یہ وجہ ہے کہ مسیح موعود امت کے اختلاف کے وقت میں ظاہر ہوگا۔ اور ان میں اپنے قول فیصل کے ساتھ وہ حکم دے گا۔ جو قریب انصاف ہوگا۔ اور اس کے زمانہ کے وقت میں کوئی عقیدہ ایسا نہیں ہوگا جس میں کئی قول نہ ہوں۔ پس وہ حق کو اختیار کرے گا اور باطل اور گمراہی کو چھوڑ دے گا۔

اور مہدی کے نام کی وجہ جیسا کہ روایت کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ علم کو علماء سے نہیں لے گا اور خدا تعالیٰ کے پاس سے ہدایت پائے گا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو اسی طریق سے ہدایت دی۔ اس نے محض خدا سے علم اور ہدایت پایا۔

اور مسیح کے نام کی وجہ جیسا کہ روایت کی گئی ہے یہ ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے تلوار اور نیزہ سے کام نہ لے گا بلکہ تمام مدار اس کا آسمانی برکتوں کے چھونے پر ہوگا اور اس کا حربہ قسم قسم کے تضرع اور دعا ہوگی۔

پس خدا کا شکر کرو کہ وہ تمہارے زمانہ اور تمہارے ملک میں موجود ہے اور وہی تو ہے جو اس وقت تم سے کلام کررہا ہے''۔

(نجم الہدیٰ۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 89-92)

7۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے ساتھ بھی بحث مباحثہ فضول ہے کیونکہ جن حدیثوں اور روایتوں اور عقائد کی بنا پر ہم سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے بارے میں خود ان کے اپنے درمیان بڑے بڑے اختلاف موجود ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مہدی فاطمی ہوگا ۔کوئی کہتا ہے عباسی ہوگا کوئی کہتا ہے حسینی ہوگا۔ کوئی کہتا ہے پیدا ہوگا، کوئی کہتا ہے کہ غار سے نکلے گا، کوئی کہتا ہے امت میں سے ایک فرد ہوگا۔ کوئی کہتا ہے کہ وہی عیسیٰ ہی مہدی ہوگا۔ غرض اس قدر اختلافات کے ساتھ تعجب ہے کہ پھر یہ ہمارا مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ آنے والا حکم ہے۔ وہ تمام مباحثوں کا خاتمہ کرتا ہے اور اختلافی امور کے درمیان سے ایک سچی راہ پیش کرتا ہے اور وہی ماننے کے قابل ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 21)

مسیح موعود اور مہدی معہود

ایک ہی وجود کے دو نام

(ساجد محمود بٹر استاذ جامعہ احمدیہ ربوہ)

آج کل مسلمانوں میں جو غلط خیالات اور عقائد رواج پا چکے ہیں ان میں سے ایک یہ عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی پیشگوئیوں میں آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے جس مسیح اور مہدی کا ذکر ملتا ہے وہ ایک وجود نہیں بلکہ مسیح علیہ السلام اور امام مہدی الگ الگ شخصیات کے نام ہیں۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے بجسم خاکی نازل ہوں گے اور آپ کے نزول سے پہلے مسلمانوں کی ایک جماعت کے سربراہ حضرت امام مہدی ہوں گے۔ نزول کے بعد حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ آئیے نماز پڑھائیے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام انکار کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم خود ہی امام بنو وغیرہ۔

احادیث کی کتب کو غور سے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح موعود اور امام مہدی دو الگ الگ وجود نہیں ہیں بلکہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ اور مختلف حیثیتوں کی وجہ سے اس کو مختلف نام دیئے گئے ہیں۔ جیسے زید اگر بہادر ہو تو اسے شیر کہتے ہیں اور ساتھ شریف النفس بھی ہو تو فرشتہ بھی کہیں گے گویا ایک ہی آدمی کو شیر بھی کہا جارہا ہے اور فرشتہ بھی۔ اس طرح آنے والے موعود کو اس کی دو حیثیتوں کی وجہ سے دو الگ الگ نام امام مہدی اور مسیح موعود دیئے گئے ہیں۔

ہمارے اس موقف کی تائید کہ مہدی و عیسیٰ ایک ہی وجود ہیں احادیث مبارکہ کی ابتدائی کتب سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً موطأ امام مالک جو احادیث کی مستند اور بلند پایہ کتاب ہے اور اس کے مؤلف امام مالک (۹۵ھ تا ۱۷۹ھ) پہلے امام ہیں جنہوں نے احادیث کا مجموعہ تیار کیا ہے۔ حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے آپ سے علم حاصل کیا۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آسمان کے نیچے موطأ مالک سے زیادہ صحیح اور کوئی کتاب نہیں ہے۔

(موطأ امام مالک صفحہ ۲ اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان اسلامی اکادمی ناشران کتب اردو بازار۔ لاہور)

❁......حضرت امام مالک نے اپنی اس کتاب میں مسیح ابن مریم سے متعلق احادیث کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن امام مہدی سے متعلقہ احادیث کا کوئی ذکر نہیں جس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ امام مالک جیسے جید عالم دین مہدی کی الگ شخصیت کی احادیث کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

اسی طرح صحیح بخاری جو جمہور محدثین کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے اس میں مسیح کے ساتھ علیحدہ وجود امام مہدی کے آنے کا ذکر موجود نہیں ہے۔ لیکن اس کے برعکس نزول عیسیٰ کا باب ہے۔

❁......پھر صحیح مسلم جو صحاح ستہ میں صحیح بخاری کے بعد سب سے مستند اور معیاری سمجھی جاتی ہے اس میں نزول مسیح کی احادیث تو موجود ہیں مگر اسی زمانہ میں مسیح کے ساتھ امام مہدی کے آنے کا ذکر موجود نہیں، تفصیلی ذکر تو درکنار ان مذکورہ تینوں کتابوں میں آنے والے موعود کے لئے امام مہدی کا لفظ ہی بیان نہیں ہوا۔ تو گویا ابتدائی دور کی ان تین کتب حدیث میں جو انتہائی بلند پایہ کی ہیں اور سند اور معیار میں باقی کتب کے مقابلے میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں امام مہدی کی الگ شخصیت کا ذکر نہ ہونا یہ ثابت کر رہا ہے کہ امام مہدی کی الگ شخصیت کی احادیث موضوع ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مہدی کی احادیث میں اس قدر اختلافات و تضادات پائے جاتے ہیں کہ محدثین کو یہ کہنا پڑا کہ مہدی کی اکثر و بیشتر احادیث جرح اور تنقید سے خالی نہیں ہیں۔ مثلاً علامہ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون میں مہدی کی احادیث کے ذکر میں لکھتے ہیں:

فَهٰذِهٖ جُمْلَةُ الاَحَادِيثِ الَّتِی خَرَّجَهَا الْاَئِمَّةُ فِی شَانِ الْمَهْدِیِّ وَخُرُوجِهٖ آخِرَالزَّمَانِ وَهِیَ كَمَارَائَيْتَ لَم يَخلُصْ مِنْهَا مِنَ النَّقْدِ اِلَّا الْقَلِيْلُ وَ الاَقَلُّ مِنْهُ۔

(مقدمہ ابن خلدون از عبد الرحمن بن محمد بن خلدون صفحہ ۳۲۲۔ بیروت۔ لبنان)

یعنی اے قاری جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے کہ یہ جملہ احادیث جو ائمہ حدیث نے مہدی کی شان اور اس کے آخری زمانے میں خروج کے بارے میں بیان کی ہیں۔ یہ جرح و تنقید سے خالی نہیں ہیں سوائے ان میں سے بہت ہی قلیل تعداد کے۔

❁......پھر احادیث کی دو معتبر کتب جو صحیحین کہلاتی ہیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی احادیث ملتی ہیں جن میں مسیح کو ہی امت محمدیہ کا امام قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث کے الفاظ یہ ملتے ہیں:۔

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام)

یعنی اے مسلمانو! تمہاری کیسی حالت ہوگی جب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوگا اس حال میں کہ وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح ابن مریم کو ہی امت محمدیہ کا امام قرار دیا ہے اور کسی علیحدہ امام مہدی کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ ایک طرف حضرت امام بخاری کا مہدی کے متعلق کسی علیحدہ حدیث کا کوئی ذکر نہ کرنا اور دوسری طرف آنحضور ﷺ کی اس حدیث کو درج کرنا صاف ثابت کر رہا ہے کہ حضرت امام بخاری کا مسلک بھی یہی تھا کہ مسیح ہی مہدی ہوگا۔ مہدی کسی الگ شخصیت یا وجود کا نام نہیں ہوگا۔ بلکہ مسیح موعود ہی امام مہدی ہوگا۔

پھر صحیح مسلم جس کو صحیح بخاری کے بعد تمام کتب حدیث میں ایک خاص مقام اور امتیاز حاصل ہے اور جس کو صحیح بخاری کے بعد صحیح ترین کتاب کہا جاتا ہے۔ اس میں بھی مسیح کو ہی مہدی کہا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ ۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

یعنی اے مسلمانو! تمہاری کیسی حالت ہوگی جب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوگا اور وہی تمہاری امامت کرائے گا۔

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم)

یعنی اے مسلمانو! تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہی تمہارا امام ہوگا۔

ان تینوں حوالہ جات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم جیسے عظیم ترین انسان اس بات کے قائل تھے کہ مہدی کوئی الگ وجود نہیں ہے۔ کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے اپنی صحیحین میں مہدی کی الگ شخصیت کا ذکر نہیں کیا لیکن اس کے برعکس دونوں نے ایسی احادیث درج کر دیں جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح کو ہی امت محمدیہ کا امام قرار دیا ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی اس قسم کی احادیث کا ذکر کرنا ثابت کر رہا ہے کہ یہ دونوں بزرگ مسیح کو ہی مہدی سمجھتے تھے کیونکہ اگر ان کے نزدیک مہدی الگ وجود تھا تو لازماً اس قسم کی روایات درج کرتے جن میں مہدی کو الگ وجود کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

❁......علاوہ ازیں سنن ابن ماجہ جس کا شمار صحاح ستہ (یعنی احادیث کی چھ صحیح ترین کتابوں) میں ہوتا ہے۔ اس میں وضاحت کے ساتھ یہ حدیث ملتی ہے کہ مسیح ہی مہدی ہوگا۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:۔

لَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِيْسٰی بْنُ مَرْيَم۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدة الزمان)

یعنی عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں۔

❁......مشہور و معروف مفسر اور مؤرخ علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مشہور حدیث ہے۔

(النہایة فی الفتن والملاحم لحافظ ابن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ صفحہ ۲۷ دارالکتب العلمی بیروت۔ لبنان۔ ایڈیشن اول ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء)

علاوہ ازیں اس حدیث کی سند بھی معیاری ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ چنانچہ اسماء الرجال کی مشہور کتاب تہذیب التہذیب سے اس حدیث کے راویوں کا ثقہ ہونا ذیل میں لکھا جاتا ہے تا کہ اس حدیث کے معیار کا پتہ چل جائے۔ اس حدیث کے پہلے راوی یونس بن عبد الاعلی الصدفی ہیں۔ اس سے امام مسلم، امام نسائی اور ابن ماجہ کے مؤلف وغیرہ نے روایات کی ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد اس کو ثقہ قرار دیتے اور اس کی رفعت شان کا ذکر کرتے تھے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے۔ اور علی بن حسن بن برید کہتے ہیں کہ وہ حافظ الحدیث تھا۔ طحاوی نے کہا ہے کہ وہ عاقل تھا اور ابن حبان نے اس کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے۔

(تہذیب التذیب جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۸ از ابن حجر العسقلانی المتوفی ۵۸۲ھ زیر لفظ یونس بن عبد الاعلی۔ طابع عبد التواب اکیڈمی، ملتان)

اس حدیث کے دوسرے راوی محمد بن ادریس شافعی ہیں۔ محدثین کے نزدیک ان کا ثقہ ہونا مسلم ہے۔ یہ وہی امام شافعی ہیں جو شافعی مسلک کے بانی تھے۔ تیسرے راوی محمد بن خالد جندی ہیں ان کے متعلق امام ابن معین نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہیں اور تہذیب التہذیب میں ابن معین کو امام الجرح والتعدیل لکھا ہے۔ بے شک امام حاکم نے ان کو مجہول کہا ہے لیکن مجہول کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا۔ پس حاکم کا محمد بن خالد جندی کو مجہول کہنا ان کا غیر ثقہ ہونا ثابت نہیں کرتا۔

(تہذیب التہذیب زیر لفظ محمد بن خالد الجندی)

چوتھے راوی ابان بن صالح ہیں۔ ابن معین اور عجلی اور یعقوب بن شیبہ اور ابو زرعة اور ابو حاتم کے نزدیک ثقہ ہیں۔ اور امام ابن حبان نے ان کو ثقات راویوں میں شمار کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب جلداول زیر لفظ ابان بن صالح)

پانچویں راوی حضرت امام حسن بصری ہیں جو ہر طرح سے عادل اور ثقہ مشہور ہیں۔

چھٹے راوی حضرت انس بن مالک ہیں جو صحابی رسول ہیں جن کے ثقہ اور عادل ہونے میں شک کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ حضرت انس اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

پس یہ حدیث مرفوع متصل ہے جس کی صحت میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ پھر درایتاً بھی یہ حدیث صحیح ٹھہرتی ہے کیونکہ اس حدیث کے ایک ایک فقرے میں پیشگوئی بیان ہوئی ہے۔ اور اس حدیث کی پیشگوئیوں کو خداتعالیٰ نے سچا ثابت کر کے اس حدیث کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ مثلاً حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

”لَا يَزْدَادُ الْاَمْرُ اِلَّا شِدَّةً وَلَا الدُّنْيَا اِلَّا اِدْبَارًا وَلَا النَّاسُ اِلَّا شُحًّا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِيْسٰی ابْنُ مَرْيَمَ“۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدة الزمان)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معاملات شدت اختیار کر جائیں گے۔ دنیا اخلاقی پستی میں بڑھتی چلی جائے گی اور لوگ حرص و بخل میں ترقی کرتے چلے جائیں گے اور قیامت صرف برے لوگوں پر آئے گی۔ اور سوائے مسیح ابن مریم کے کوئی مہدی نہیں۔

اس حدیث کے پانچ فقرے ہیں اور پانچوں پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی تین پیشگوئیاں تو واضح طور پر پوری ہو چکی ہیں۔ چوتھی پیشگوئی کہ قیامت شریروں پر قائم ہوگی کے متعلق غیر احمدی بھی مانتے ہیں کہ ایسا ہی وقوع پذیر ہوگا۔ چنانچہ مفتی رفیع صاحب دیو بندیوں کے عظیم عالم اور مفتی اعظم پاکستان ”علامات قیامت اور نزول مسیح“ کے صفحہ ۱۷۳ پر لکھتے ہیں:۔

”مسلم ہی کی ایک اور حدیث مرفوع صحیح میں ہے

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ“۔

(حاشیہ صفحہ ۱۷۳)

پس اس لحاظ سے اس حدیث میں مندرجہ امور کا سچا ہونا ثابت کر رہا ہے کہ یہ حدیث رسول اور صحیح حدیث ہے۔ اس پہلو سے لا المہدی الا عیسیٰ والی حدیث روایتاً اور درایتاً دونوں طریق پر پوری ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں درج ذیل ابتدائی کتب حدیث میں بھی یہ حدیث مکمل سند کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔

۱۔مستدرک حاکم (متوفی ۴۰۵ھ) میں لکھا ہے:۔

لَا تَـقُـوْمُ السَّـاعَةُ اِلَّا عَلٰی شَرَارِ النَّاسِ وَلاَ مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسیٰ بْنُ مَرْیَمَ۔(مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۴۱ کتاب الفتن والملاحم)

یعنی قیامت شریر لوگوں پر قائم ہوگی اور عیسیٰ ابن مریم کے علاوہ کوئی مہدی نہیں۔

۲۔حلیۃ الاولیاء لحافظ ابی نعیم الاصبہانی متوفی (۴۳۰ھ) میں لا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسیٰ بْنَ مَرْیَمَ علیہما السلام کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء المجلد الخامس الجزء التاسع صفحہ ۱۶۱۔ لبنان ۱۹۸۰ء)

۳۔کنز العمال میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے:۔

لاَ تَـقُـوْمُ السَّـاعَةُ اِلَّا عَلٰی شَرَارِ النَّاسِ وَلاَ مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسیٰ بْنُ مَرْیَمَ۔

(کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۳، حدیث نمبر ۳۸۶۵۲)

۴۔تاریخ بغداد المجلد الرابع از حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ صفحہ ۲۲۰ پر بھی انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔ان تمام احادیث میں اس حدیث کے آخری راوی جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک ہیں۔

علاوہ ازیں لا المہدی الا عیسی کی حدیث اتنی معروف اور مشہور تھی کہ امت محمدیہ کے بہت سارے بزرگان اور علماء اپنی کتب میں اس حدیث کو درج کرتے آئے ہیں ان میں سے چند کے حوالہ جات درج ذیل ہیں:۔

۱۔حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:۔

”قَالَ الْحَسَنُ اِنْ كَانَ مَهْدِیٌّ فَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَاِلَّا فَلَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسیٰ بْنُ مَرْیَمَ“۔

(تاریخ الخلفاء لامام جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۶۳)

کہ حضرت امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں اگر کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبد العزیز ہے۔اور اگر نہیں تو پھر سوائے عیسیٰ بن مریم کے اور کوئی مہدی نہیں۔

۲۔ علامہ ابن خلدون اپنی کتاب مقدمہ ابن خلدون میں رقمطراز ہیں:۔

”عَنِ الْحَسَنِ الْبَصَرِی عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّه قَالَ لَا مَهْدِیَّ اِلَّاعِیْسیٰ ابْنُ مَرْیَمَ“۔

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۲۲ از علامہ عبد الرحمن بن محمد بن خلدون بیروت۔لبنان)

حضرت امام حسن بصری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں۔

۳۔مرزا حسین طبرسی اپنی کتاب ”نجم الثاقب“ میں لکھتے ہیں:۔

”در شرح دیوان از بعضے نقل کرد کہ روح عیسیٰ علیہ السلام در مہدی علیہ السلام بروز کند ونزول عیسیٰ عبارت از این بروز است ومطابق اینست حدیث لا مہدی الاعیسیٰ بن مریم“۔

(نجم الثاقب از مرزا حسین طبرسی نوری صفحہ ۱۰۲ باب چہارم انتشارات علمیہ اسلامیہ)

کہ شرح دیوان میں بعض کا یہ قول لکھا ہے کہ روح عیسیٰ حضرت امام مہدی میں بروز کرے گی اور نزول عیسیٰ سے مراد یہ بروز ہی ہے اور اسی کے مطابق یہ حدیث ہے کہ عیسیٰ بن مریم کے علاوہ کوئی مہدی نہیں ہے۔

۴۔حضرت خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں:۔

”کسی کا یہ قول صحیح ہے کہ امام مہدی یہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے کیونکہ اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے کہ لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسیٰ ابْنُ مَرْیَمَ (عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں)“۔

(مقابیس المجالس ملفوظات حضرت خواجہ غلام فرید۔صفحہ ۴۱۵ مقبوس نمبر ۶۱-جمع و ترتیب مولانا رکن الدین ترجمہ کپتان واحد بخش سیال صاحب طابع بختیار پرنٹرز گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۷۹ء)

۵۔حضرت علامہ محی الدین ابن عربیؒ متوفی ۶۳۸ھ نے بھی اپنی تفسیر القرآن الکریم میں لا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسیٰ ابْنُ مَرْیَمَ کی حدیث لکھی ہے۔

(تفسیر القرآن الکریم از علامہ محی الدین ابن عربی جلد ثانی صفحہ ۴۵۱ زیر آیت اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔بیروت طبع ثانیہ ۱۹۷۸ء)

پھر بعض اور احادیث صحیحہ میں بھی انتہائی وضاحت وصراحت سے حضرت عیسیٰ بن مریم کو امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث کی مشہور و معروف کتاب مسند احمد بن حنبل میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے:۔

۱۔ یُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ اَنْ یَلْقٰی عِیْسیٰ بْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَهْدِیًّا وَحَكَمًا عَدَلًا۔

(مسند احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ حدیث نمبر ۹۰۶۸ سند ابی ہریرہ)

یعنی حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے جو تم میں سے زندہ رہے وہ عیسیٰ بن مریم کو ملے جو امام مہدی اور حکم وعدل ہوں گے۔

۲۔”المصنف“ جس کا شمار ابتدائی معروف کتب حدیث میں ہوتا ہے اس میں یہ روایت ہے۔یَنْزِلُ عِیْسیٰ بْنُ مَرْیَمَ اِمَاماً هَادِیاً وَ مُقْسِطًا عَدلاً۔

(المصنف از عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ جلد ۱۱ صفحہ ۴۰۰ بیروت لبنان طبع اولیٰ ۱۹۷۲ء)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام امام ہادی اور منصف وعادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔

۳۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ کی مشہور کتاب ”المصنف“ میں یہ حدیث ہے اَلْمَهْدِیُّ عِیْسیٰ ابْنُ مَرْیَمَ۔

(المصنف لابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ الجزء الخامس عشر صفحہ ۱۹۸ کتاب الفتن حدیث نمبر ۱۹۴۹۲۔طبع ۱۹۸۶ء کراچی پاکستان)

کہ مہدی عیسیٰ بن مریم ہی ہیں۔

۴۔المعجم الاوسط للطبرانی میں ہے:۔

یَنْزِلُ عِیْسیٰ ابْنُ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَعَلٰی مِلَّتِه اِمَامًا مَهْدِیًّا وَحَكَمًا عَدَلًا۔

(المعجم الاوسط للحافظ الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ جلد ۵ صفحہ ۲۹۳ الریاض طبع اولیٰ ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵ء)

یعنی عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدق بن کر اور آپ ہی کی شریعت پر عمل کرنے والے بن کر جو امام مہدی اور حکم وعدل ہوں گے۔

❁......پھر ایک اور امر اس موقف کو روز روشن کی طرح ثابت کر رہا ہے کہ مسیح ہی مہدی ہوں گے وہ اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو بطور نبی اللہ ہوں گے۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں انہیں چار دفعہ نبی اللہ کہا گیا ہے۔

دیوبندیوں کے عظیم عالم اور سابق مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب کا اپنا یہ مؤقف ہے کہ جو آدمی یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو نبی نہیں ہوں گے وہ کافر ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

”خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت بھی صفت نبوت ورسالت سے الگ نہیں ہوں گے اور جس طرح ان کی نبوت سے انکار پہلے کفر تھا اس وقت بھی کفر ہوگا۔“(معارف القرآن جلد دوم صفحہ ۸۱ زیر آیت یعیسیٰ انی متوفیک)

اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح بطور نبی اللہ ہوں گے تو قرآن کریم کی روشنی میں ہر نبی مہدی ہوتا ہے۔ مہدی کا مطلب ہی ہدایت یافتہ ہے۔ ہر نبی پہلے ہدایت یافتہ ہوتا ہے یعنی پہلے مہدی بنتا ہے پھر وہ ہادی یعنی دوسروں کو ہدایت دینے والا بنتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ بعض انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کر کے فرماتا ہے:۔

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَا اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكَاةِ﴾

(الانبیاء:۷۴)

یعنی ہم نے ان کو ایسے امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم انہیں اچھی باتیں کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی وحی کرتے تھے۔

اسی طرح خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کے متعلق فرماتا ہے:۔

﴿وَجَعَلْنَامِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾

(السجدہ:۲۵)

یعنی ہم نے بنی اسرائیل میں سے ایسے امام بنائے جو ہمارے امر سے ہدایت دیتے تھے۔

اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خدا تعالیٰ نے جو انبیاء بھیجے ان سب کو اس آیت میں امام مہدی کہا جا رہا ہے۔

آئمہ ۔امام کی جمع ہے اور یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ پہلے خود ہدایت یافتہ ہوتے ہیں پھر ہادی بنتے ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن کریم کے نزدیک ہر نبی امام مہدی ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے اس وقت نبی تو ہوں گے لیکن امام مہدی نہیں ہوں گے یہ خلاف قرآن نظریہ ہے۔

مسیح ومہدی کی حقیقت

از تحریرات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، مسیح ومہدی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

۱۔”ایسا ہی مہدی کے بارہ میں جو بیان کیا جاتا ہے کہ ضرور ہے کہ پہلے امام محمد مہدی آویں اور بعد اس کے ظہور مسیح ابن مریم کا ہو۔ یہ خیال قلت تدبر کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر مہدی کا آنا مسیح ابن مریم کے زمانہ کے لیے ایک لازم غیر منفک ہوتا اور مسیح کے سلسلہ ظہور میں داخل ہوتا تو دو بزرگ شیخ اور امام حدیث کے یعنی حضرت محمد اسماعیل صاحب صحیح بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم اپنی صحیحوں سے اس واقعہ کو خارج نہ رکھتے لیکن جس حالت میں انہوں نے اس زمانہ کا تمام نقشہ کھینچ کر آگے رکھ دیا اور حصر کے طور پر دعوی کر کے بتلا دیا کہ فلاں فلاں امر کا اس وقت ظہور ہوگا لیکن امام مہدی کا نام تک بھی تو نہیں لیا۔ پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح اور کامل تحقیقات کی رو سے ان حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھا جو مسیح کے آنے کے ساتھ مہدی کا آنا لازم غیر منفک ٹھہرا رہی ہیں۔ اور دراصل یہ خیال بالکل فضول اور مہمل معلوم ہوتا ہے کہ باوجود یکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو کہ جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اس کی کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اس کے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو۔ کیا وہ خود مہدی نہیں ہے؟ کیا وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پا کر نہیں آیا؟ کیا اس کے پاس اس قدر جواہرات وخزائن واموال معارف ودقائق نہیں ہیں کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں اور اس قدر ان کا دامن بھر جائے جو قبول کرنے کی جگہ نہ رہے۔ پس اگر یہ سچ ہے تو اس وقت دوسرے مہدی کی ضرورت ہی کیا ہے۔“

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۲۷۸۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۷۸)

۲۔اسی طرح فرمایا:”سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا۔اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے۔کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔ یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ پس یہی مہدویت ہے جو نبوت محمدیہ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے۔ اور اسرار دین بلاواسطہ میرے پر کھولے گئے۔ اور جس طرح مذکورہ بالا وجہ سے آنے والا مہدی کہلائے گا اسی طرح وہ مسیح بھی کہلائے گا۔ کیونکہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت بھی اثر کرے گی۔ لہٰذا وہ عیسیٰ ابن مریم بھی کہلائے گا۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے اپنے خاصہ مہدویت کو اس کے اندر پھونکا اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ربوہ
☆ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-
http://www.alislam.org/alfazal/d/

بانی پاکستان اور چوہدری محمد ظفراللہ خان

ماہنامہ ''انصاراللہ'' کے ایک شمارہ میں مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب نے اپنے مضمون میں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور حضرت چودھری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کے باہمی تعلقات پر روشنی ڈالی ہے۔

حضرت چوہدری ظفراللہ خانصاحبؓ کا قائداعظم محمد علی جناح سے تعلق قیام پاکستان سے بیس سال قبل شروع ہوا جب آپؓ نے پنجاب کونسل کے منتخب ممبر کی حیثیت سے مسلمانانِ پنجاب کی بے لوث اور شاندار خدمات سرانجام دیں۔ پھر آپؓ انگلستان تشریف لے گئے اور وہاں مسلمانان ہند کے حقوق کو مدلل طور پر ممبرانِ پارلیمنٹ اور سیاستدانوں کے سامنے پیش کیا۔ قائداعظم آپؓ کی اس مساعی سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔ پھر آپؓ مسلم لیگ کے صدر بنے اور مسلم لیگ کو مسلمانوں کی جماعت بنانے اور دونوں دھڑوں (جناح لیگ اور شفیع لیگ) کو پھر سے یکجا کرنے میں کوشاں رہے۔ اس سلسلہ میں آپؓ کی کارکردگی سے قائداعظم پوری طرح واقف تھے۔ پھر گول میز کانفرنسز کے دوران دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ بھی ملا۔ نیز چوہدری صاحبؓ جب وائسرائے کونسل میں قانون، تجارت، فنانس اور ریلوے کے وزیر تھے تو قائداعظم بھی مرکزی اسمبلی کے نمایاں ممبر تھے۔ اور اس دوران دونوں کی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ چوہدری صاحبؓ اسمبلی میں جس طرح ممبران کے سوالات کے جوابات دیتے تھے، اس سے قائداعظم آپؓ کی کارکردگی، معاملہ فہمی اور ذہانت سے پوری طرح آگاہ ہوچکے تھے۔

ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان تجارتی معاہدہ کے سلسلہ میں ایک وفد چوہدری صاحبؓ کی سربراہی میں انگلستان گیا تو نوابزادہ لیاقت علی خان بھی اس وفد کے ممبر تھے۔ اس معاہدہ کو بعد میں ''اٹاوہ پیکٹ'' کا نام دیا گیا۔ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں اس معاہدہ پر بحث کرتے ہوئے قائداعظم نے چوہدری صاحبؓ کی مساعی کو سراہتے ہوئے فرمایا: ''میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر ظفراللہ خانصاحب کو ہدیۂ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں ...... اور یوں کہنا چاہیے کہ میں گویا اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں۔ مختلف حلقوں نے انہیں جو مبارکباد دی ہے میں اسکی تائید کرتا ہوں۔''

انگریز اور ہندو مخالفت کے باوجود مسلم لیگ اپنے اجلاس لاہور (مارچ 1940ء) میں علیحدہ وطن کا مطالبہ کرچکی تھی۔ اس سے قبل چوہدری صاحبؓ نے اس مطالبہ پر مشتمل پہلی بار مدلّل تفصیلی نوٹ تیار کیا جو 22/فروری 1940ء کو وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ کو بھجوانے کے لئے وائسرائے کو دیا گیا۔ اس میں یہ بھی درج تھا کہ اس نوٹ کی ایک نقل محمد علی جناحؒ کو بھجوائی جارہی ہے۔ نیز اس میں دوقومی نظریہ اور شمال مشرقی اور شمال مغربی فیڈریشنوں کے قیام کا نظریہ جس تفصیل اور وضاحت سے پیش کیا گیا تھا، یہ چیز حضرت چوہدری صاحبؓ کے ہم عصروں یا پہلے آنے والوں کی کسی دستاویز یا بیان میں قطعاً موجود نہیں تھی۔

چوہدری صاحب انڈین فیڈرل کورٹ کے جج تھے تو قائداعظم نے بطور جج بھی آپ کی قانونی مہارت کا مشاہدہ کیا تھا۔ آپؓ کو عبوری حکومت 1945ء میں مسلم لیگ کی اجازت سے ہندوستان کی نمائندگی کرتے ہوئے اقوام متحدہ کے دستور کی تیاری کا اعزاز حاصل ہوا تھا۔ آپؓ کی بین الاقوامی امور میں مہارت ایسی تسلیم شدہ تھی کہ قائداعظم نے آپؓ کو پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے نامزد فرمایا۔ اس کمیشن میں آپؓ کی خدمات کو سراہتے ہوئے اخبار ''نوائے وقت'' کے بانی ایڈیٹر جناب حمید نظامی نے لکھا ہے: ''قائداعظم کی خواہش تھی کہ ظفراللہ کمیشن کے سامنے ملّت کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں۔ اس لئے آپ نے بلا تامل یہ کام اپنے ذمہ لیا اور ایسی قابلیت سے سرانجام دیا کہ قائداعظم نے خوش ہوکر آپ کو UNO میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر فرمادیا۔ جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپکا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں کی فہرست میں شامل ہو چکا تھا۔ ...... چنانچہ قائداعظم نے چوہدری صاحب کو بلاتامل پاکستان کا وزیرخارجہ بنادیا''۔

قائداعظم نے جب چوہدری صاحب کو اقوام متحدہ سے پاکستان بلوایا تو امریکہ میں پاکستان کے سفیر جناب ایم۔ ایچ اصفہانی نے اپنے خط محررہ 15/اکتوبر 1947ء میں قائداعظم کو لکھا: ''سر ظفراللہ نے فلسطین کے مسئلہ پر اقوام متحدہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اسی طرح وہ پاکستان کو صف اول میں لے آئے ہیں ...... ان کا کام ابھی تو شروع ہوا ہے وہ چلے گئے تو ہم یہاں رفاقت اور راہنمائی سے محروم ہوجائیں گے''۔ قائداعظم نے اس خط کے جواب میں لکھا: ''جہاں تک ظفراللہ کا تعلق ہے ہم یہ نہیں چاہتے کہ وہ اپنا کام چھوڑ کر آجائیں اور جہاں ان کی ضرورت ہے اس کام کو ادھورا چھوڑ دیں اور مجھے یقین ہے کہ انہوں نے میری طرف سے یہ بات آپ تک پہنچا دی ہوگی لیکن بات یہ ہے کہ ہمارے پاس اہل افراد کی بہت کمی ہے خصوصاً ان جیسے مرتبہ مقام کے آدمیوں کی تو بہت ہی کمی ہے اور اس لئے ہوتا یہی ہے کہ جب بھی کوئی اہم مسئلہ حل کرنا ہوتا ہے تو ہماری نظریں لامحالہ ان کی طرف ہی اٹھتی ہیں''۔

قائد اعظم نے آپؓ کو 25/دسمبر 1947ء کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر فرمایا۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ نے قائداعظم کے حوالے سے لکھا: ''یہ ایک کھلا راز ہے کہ ظفراللہ خان نے اس عہدہ (وزارت خارجہ) کو قبول کرنے میں بڑی ہچکچاہٹ ظاہر کی''۔ قائداعظم کی پیشکش کے جواب میں آپ نے کہا کہ ''اگر میری قابلیت اور دیانت پر پورا اعتماد ہے تو میں وزارت کے علاوہ کسی اَور صورت میں پاکستان کی خدمت کرنے کو تیار ہوں''۔ اس پر قائداعظم نے یہ تاریخی جواب دیا: ''آپ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مجھ سے ایسے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ مجھے پتہ ہے آپ عہدوں کے بھوکے نہیں ہیں''۔ قائداعظم کا یہ جواب چوہدری صاحب کی قابلیت اور راستبازی کا ایک روشن ثبوت ہے۔

آپؓ کے متعلق قائداعظم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ: ''ظفراللہ کا دماغ خداوند کریم کا زبردست انعام ہے۔ ظفراللہ پاکستان کے ایک گوہر نایاب ہیں''۔

یہ آپؓ کی عظیم الشان خدمات ہی تھیں کہ سینکڑوں مسلمان بچوں کا نام آپکے نام پر ظفراللہ خان رکھا گیا۔

...... ❁ ...... ❁ ...... ❁ ......

داستان درویش بزبان درویش

محترم بشیر احمد مہار صاحب ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں محترم حاجی خدا بخش صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ رسالہ ''مشکوٰۃ'' قادیان جون 2004ء میں آپ نے اپنی زندگی کے بعض حالات اور درویشی کے ابتدائی زمانہ پر اختصار سے روشنی ڈالی ہے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اپنے گاؤں میں ساتویں تک تعلیم حاصل کرکے والد کے ساتھ کاشتکاری کے کام میں مدد کرنے لگا۔ ہم دو بھائی تھے اور 1942ء میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر ہم دونوں فوج میں بھرتی ہونے کے لئے چلے گئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ افسر بھرتی تھے۔ انہوں نے ہمیں بھرتی کرلیا تو ایک دوست نے آپؓ سے عرض کیا کہ یہ دو ہی بھائی ہیں، دونوں کو بھرتی کرلیا تو گھر میں ان کے والد کے ساتھ زمیندارہ کام سنبھالنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے میرے بڑے بھائی کو مستثنٰی کردیا اور مجھے بھرتی کرلیا گیا۔ 1942ء تا 1946ء میں نے ملٹری میں سروس کی۔ جنگ بندی ہونے پر جب میں فارغ ہوکر گھر آگیا تو پھر زمیندارہ کا کام کرنے لگا۔

تقسیم ہند کے ساتھ ہی ہزاروں افراد پناہ کی غرض سے قادیان آگئے تو حضورؓ نے ایک بار پھر احمدی خدام کو قادیان میں خدمت کے لئے بلالیا۔ اور مَیں والد صاحب کی ہدایت پر قادیان آگیا۔ میرے ساتھ چھ سات نوجوان اور بھی آئے تھے جو چند دن بعد واپس چلے گئے جبکہ میں اور چوہدری عطاء اللہ صاحب قادیان میں رہ گئے۔ 1954ء میں عطاء اللہ صاحب بھی اپنی خاندانی مجبوریوں کے باعث واپس چلے گئے اور میں اکیلا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے عہد وفا کو نبھا رہا ہوں۔

1949ء میں میرے بڑے بھائی کی وفات پر بعض احباب نے والد صاحب کو مشورہ دیا کہ اب آپ اکیلے رہ گئے ہیں بشیر احمد کو قادیان سے بلالیں لیکن والد صاحب نے جواب دیا کہ میرے سات لڑکے پیدا ہوئے، ان میں سے صرف ایک ہی ہے جو مسیح پاک کی مقدس بستی میں خدمت کی توفیق پارہا ہے، میں اس کو ہرگز واپس نہیں بلاؤں گا۔

قادیان آنے کے بعد مَیں کئی دیہات میں خدمت خلق کا کام کرتا رہا۔ وہاں کے احباب کو بحفاظت قادیان لانا ہوتا تھا۔ احمدیوں کے ساتھ بعض غیراحمدی بھی شامل ہوجاتے تھے۔ اس وقت کوئی تمیز نہیں تھی، بس دکھی انسانیت کو راحت پہنچانا مدنظر تھا۔ اردگرد کے دیہات خالی ہوگئے تو قادیان میں میری ڈیوٹی بہشتی مقبرہ میں مزار مبارک کے پہرہ پر لگائی گئی۔ وہاں اَور بھی خدام تھے۔ یہ دن بڑے سخت تھے۔ پتہ نہیں ہوتا تھا کہ اگلا دن ہم پر طلوع ہوگا یا نہیں۔ شہر میں اکثر اوقات کرفیو رہتا تھا۔ شہر اور بہشتی مقبرہ کے درمیان تعلق منقطع تھا اور پُل پر پولیس کا پہرہ ہوتا تھا تاکہ کوئی بھی شہر سے بہشتی مقبرہ کی طرف نہ آجاسکے۔ لنگرخانہ سے کھانا لے جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ بہشتی مقبرہ میں بس فاقہ کشی کا عالم تھا۔ صرف پانی پر گذارہ تھا۔ کرفیو میں وقفہ کے دوران ناصرآباد کے مکانوں سے کچھ گندم حاصل کرلی گئی تو اس کو ابال کر کھاتے رہے۔ چند یوم ایک چکی میسر آگئی تو روٹی بناکر نمک سے ہی کھاتے رہے۔ آہستہ آہستہ حالات سدھرے اور شہر کے ساتھ رابطہ بحال ہوا تو پھر لنگرخانہ سے کھانا لے جانے کی سہولت میسر آگئی اور چائے بھی ملنے لگی۔

1948ء کا جلسہ سالانہ پرانے جلسہ گاہ کی جگہ پر باب الانوار میں ہوا۔ اس میں شرکت کے لئے ہندوستان کی جماعتوں سے 50/افراد پولیس کی نگرانی میں آئے تھے۔ 1949ء میں ہندوستان کی جماعتوں کو منظّم کرنے کے لئے صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کی بھی باقاعدہ تنظیم کی گئی۔ ابتداء میں مَیں نے نظارت علیاء میں، پھر نظامت جائیداد میں اور ازاں بعد دفتر بیت المال میں اور ایک لمبا عرصہ دفتر بہشتی مقبرہ میں بھی بطور کلرک خدمت کی توفیق پائی۔ تھوڑی تعلیم اور دیہاتی ماحول میں پرورش پانے کے باوجود دفاتر میں خدمت

ماہنامہ ''انصاراللہ'' ربوہ دسمبر 2004ء میں شامل اشاعت محترم حکیم ماسٹر عبدالرحمٰن خاکی صاحب (مرحوم) کی ایک پرانی نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

آؤ اپنے عہد کے مامور کی باتیں کریں
وادیٔ ایمن میں بیٹھیں طُور کی باتیں کریں
خوف باطل کا نہ ہو اعلائے حق کی راہ میں
دار پر بھی حضرتِ منصور کی باتیں کریں
وہ جو تھا دستورِ دیں خیر القروں کے دور میں
گرچہ ہے سَیلِ حوادث رہزم تسکینِ دل
غم سے گذریں حضرتِ مسرور کی باتیں کریں
اک نگاہِ لطف کی ہے آرزو خاکی مجھے
آپ ان سے طالبِ مہجور کی باتیں کریں

کی سعادت صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہی تھا۔

1954ء میں مَیں پاکستان گیا اور 10 مارچ کو مَیں بھی مسجد مبارک ربوہ میں عصر کی نماز میں محراب کے سامنے موجود تھا جب وہ دردناک سانحہ پیش آیا اور حضرت المصلح الموعودؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ مجرم پہلی صف میں چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ جونہی حضورؓ نماز پڑھا کر واپس جانے لگے تو اس نے بڑی پھرتی سے اٹھ کر چاقو سے حملہ کردیا۔ زخم حضورؓ کی گردن میں لگا اور حضورؓ کی پگڑی بھی گرگئی۔ فوری طور پر کچھ دوست حضورؓ کی طرف بڑھے اور کچھ حملہ آور کی طرف۔ حضورؓ نے فرمایا حملہ آور کو مارنا نہیں، کوئی کچھ نہ کہے۔ حملہ آور کا نام محمد حنیف تھا جسے پولیس کے حوالہ کردیا گیا۔ یہ خوفناک حادثہ میرے ذہن پر نقش ہے اور میں اس کو کبھی نہیں بھولا۔

حضرت مولوی فرزند علی خانصاحب

حضرت مولوی فرزند علی خانصاحب کے حالات زندگی قبل ازیں ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' 8/مارچ 2002ء کے اسی کالم کی زینت بن چکے ہیں۔ آپ کے پوتے مکرم شیخ ناصر احمد خالد صاحب کے قلم سے ایک مضمون روزنامہ ''الفضل'' ربوہ کی ایک اشاعت میں شامل ہے جس میں بیان کردہ اضافی امور ذیل میں پیش ہیں۔

ہمارا خاندان سکھوں کی عملداری سے پیشتر ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے کسی نواحی گاؤں سے موضع ''صریح'' تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں آکر آباد ہوگیا۔ حضرت خانصاحب کے والد کا نام حضرت حکیم میاں عمرالدین صاحبؓ اور دادا کا نام حکیم میاں غلام محی الدین صاحب تھا۔ خاندان کے مورث اعلیٰ حکیم میاں صریح الدین صاحب تھے جن کے نام پر ہی گاؤں کی بنیاد پڑی۔ ان سب بزرگوں کا آبائی پیشہ حکمت تھا۔

حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی خانصاحب 27/اکتوبر 1874ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے ماموں حضرت خانصاحب منشی برکت علی خانصاحب شملویؓ 1902ء میں احمدیت قبول کرچکے تھے اور آپؓ کی والدہ محترمہ اور نانی صاحبہ بھی اسی سال بیعت کی سعادت پا چکی تھیں۔ تاہم حضرت خانصاحب نے خود لمبی تحقیق کے بعد 1909ء میں خلافت اولیٰ میں بیعت کر کے سلسلہ میں شمولیت اختیار کی۔ لیکن پھر آخر دم تک اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کئے رکھی۔

1928ء میں آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد قادیان آ گئے۔ 1928ء سے 1932ء تک انگلستان میں بطور امام مسجد فضل لندن خدمات سرانجام دیں۔ پھر کچھ عرصہ ناظر امور عامہ وخارجہ کے طور پر کام کیا۔ بعد ازاں 1934ء سے 1946ء تک اور پھر پاکستان بننے کے بعد 1950ء سے 1955ء تک ناظر مال ربوہ کے عہدے پر فائز رہے۔ نیز اوائل میں ایک سال افسر جلسہ سالانہ کے فرائض بھی ادا کئے۔ اس طرح قریباً 27 سال تک صدر انجمن احمدیہ میں شاندار خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی۔

آپ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ ''آپ بڑی خوبیوں کے مالک اور اول درجہ کے مخلصین میں شامل تھے اور تنظیم کا غیر معمولی مادہ رکھتے تھے۔ چنانچہ قادیان آنے سے قبل فیروزپور اور راولپنڈی کی جماعتوں میں بہت کامیاب امیر رہے۔ پنشن پانے کے معًا بعد آپ نے اپنے آپ کو خدمات سلسلہ کے لئے وقف کر دیا۔ ......

خانصاحب مرحوم نمازوں کے بہت پابند اور دعاؤں اور وظائف میں خاص شغف رکھتے تھے۔

حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات کے بعد حضرت خانصاحب کو ''داعیان خلافت ثانیہ'' میں شمولیت کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ ان داعیان کی طرف سے احباب جماعت کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کی تحریک اخبار ''الفضل'' میں کی گئی تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی خلافت سے قبل ایک رؤیا کی بنا پر حضرت خلیفہ اول کی اجازت سے فروری 1911ء میں انجمن ''انصار اللہ'' بنائی۔ حضرت خانصاحب کا نام اس تحریک کی فہرست ممبران میں چوتھے نمبر پر درج ہے۔

آپ نے انجمن احمدیہ فیروزپور کے 31 جولائی اور یکم اگست 1909ء کو ہونے والے دو روزہ جلسہ سیرۃ النبی ﷺ کے دوران اپنی قبول احمدیت کا اعلان کیا۔ اس جلسہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ ہی سرانجام دے رہے تھے۔ قبول احمدیت کے اعلان کے بعد آپ نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے موضوع پر ایک تقریر بھی کی جس میں فرمایا: ''میں نے ایک دفعہ شیخ نجم الدین صاحب افسر مال فیروزپور سے دریافت کیا کہ مرزا صاحب کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے خاندانی پرانے تعلقات مرزا صاحب سے ہیں۔ اور ہمیں ان کے حالات سے بخوبی آگاہی ہے۔ اگرچہ مرزا صاحب کا دعویٰ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ راستباز ہیں اور کبھی جھوٹ بولنے والے یا افتراء کرنے والے نہیں۔ اس شہادت نے میرے دل پر بہت اثر کیا کیونکہ یہ شہادت ایک غیر احمدی کی طرف سے ہے''۔

بیعت کے بعد خانصاحب کے ایک دیرینہ دوست مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے فیروزپور آ کر آپ کے مکان کے ساتھ ملحقہ مکان کے وسیع صحن میں ایک لیکچر دیا اور حیات مسیح کے حق میں دلائل دیئے۔ اس کے جواب میں آپ نے ایک کتاب لکھی جس میں بالوضاحت مولوی صاحب کے بیانات کا رڈ کیا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے کتاب کے نام کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو حضور نے فرمایا یہ نام رکھو۔ ''فرزند علی بجواب ابراہیم''۔

حضرت خانصاحب نے 3 جون 1922ء کو مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب سے فیروزپور میں ایک کامیاب مناظرہ کیا جس کی پوری تفصیل اخبار الفضل قادیان میں شائع ہوئی۔

دوران ملازمت آپ نے رخصت لے کر شدھی تحریک میں دعوت الی اللہ کا کام کیا اور آگرہ کے علاقہ میں بحیثیت ''نائب امیر المجاہدین'' خدمات سرانجام دیں۔ 1913ء میں آپ کو اپنے والد حضرت حکیم میاں عمرالدین صاحبؓ کے ہمراہ حج کعبہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ 1919ء میں جب جماعت احمدیہ میں امارت کا نظام قائم ہوا تو حضرت خانصاحب ''امیر جماعت احمدیہ فیروزپور'' مقرر کئے گئے۔

آپ کو اپنی انگریزی قابلیت بڑھانے کا بہت شوق تھا اور ہمیشہ انگریزی کتب زیر مطالعہ رکھتے۔ پانچ سالہ سروس کے بعد آپ کو دفتر کے لائبریری سیکشن کا انچارج بنادیا گیا اور مزید دوسال بعد دفتر کے Establishment کے انچارج مقرر ہوئے۔ دوران سروس آپ نے بیشمار احمدی احباب کو میرٹ پر اپنے محکمہ میں بھرتی کیا جس پر مخالفت بھی ہوئی لیکن تحقیق میں یہی نتیجہ نکلتا کہ تمام تقرریاں قواعد وضوابط کے مطابق کی گئی ہیں۔

ایک بار جب آپ کا انگریز چیف کلرک رخصت پر انگلستان چلا گیا تو اس کی جگہ عارضی طور پر ایک انگریز لیفٹیننٹ کا تقرر ہوا جو گو کہ قابل تھا مگر کرنل کے پاس بعض مواقع پر تسلی بخش معلومات مہیا نہ کرسکتا چنانچہ وہ خانصاحب کو کرنل کے پاس بھیجنے لگا۔ ایک روز کرنل کسی اہم خط کا مسودہ تیار کر رہا تھا جس میں اس نے کوئی ایسا انگریزی لفظ استعمال کیا جس کا متبادل بہتر لفظ خانصاحب نے تجویز کردیا۔ کرنل فوراً چونک پڑا اور اس نے وہ مسودہ مکمل کرنے کے لئے آپ کو ہی دیدیا۔ پھر خانصاحب کو کبھی دفتری پریشانی پیدا نہیں ہوئی۔

تبادلے پر راولپنڈی شہر میں آپ کے اعزاز میں جو شاندار الوداعی پارٹی ہوئی اور اس میں آپ نے جوابی تقریر انگریزی زبان میں اس قدر پُراثر اور عمدہ کی کہ وہاں موجود انگریز بھی آپ کی انگریزی قابلیت کا لوہا مان گئے۔ قیام انگلستان کے دوران آپ لندن روٹری کلب کے ممبر بن گئے۔ انگلستان کے بااثر طبقہ ممبران پارلیمنٹ، لارڈز اور پریس سے ذاتی تعلقات پیدا کئے۔ چنانچہ تینوں گول میز کانفرنسوں کے دوران آپ بطور امام مسجد فضل لندن بہت فعال تھے۔

الٰہی قدرت کا ایک روشن نشان

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 6/جنوری 2005ء میں مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ایک مضمون میں اُن کی والدہ کی طاعون سے شفایابی سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ 74 سال پہلے جب میں شاہجہانپور کے مشن ہائی سکول میں اسپیشل فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا تو اس وقت میرے والد صاحب کا انتقال ہوچکا تھا اور میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر تھا اور روزانہ ڈیڑھ دو میل پیدل چل کر مشن ہائی سکول جایا کرتا تھا۔ جلد ہی مجھے ایک پڑوسی سے جو سائیکلوں کی مرمت کرتے تھے دس روپیہ میں ایک مرمت شدہ سائیکل ہاتھ آگئی اور مجھے پیدل چلنے سے نجات مل گئی۔

ہم جس مکان میں کرایہ دار کی حیثیت سے رہتے تھے وہ ایک بیوہ خاتون کی ملکیت تھا اور دوطرفہ بنا ہوا تھا۔ یہ رہائش ہمارے لئے سستی بھی تھی اور ہماری ضرورت سے زیادہ بھی۔ مالکہ مکان ایک بیوہ تھی جس کا اکلوتا جوان بیٹا دریا میں ڈوب کر فوت ہوچکا تھا اور یہ اس غم میں رو رو کر بینائی کھو بیٹھی تھیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب سارے ملک میں طاعون پھیل چکی تھی۔ میں جب سکول پہنچتا تو کئی ساتھیوں کے طاعون سے مرجانے کی خبر پاکر دل دہل جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور بالآخر ہیڈ ماسٹر نے سکول غیر معینہ مدت کے لئے بند کردیا۔ شہر میں ہوکا عالم اور موتا موتی کا منظر تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ہمارے گھر سے بھی مرے ہوئے چوہے نکلنے لگے۔ مالکہ مکان بھی طاعون سے نہ بچ سکیں۔ ایسی حالت میں کس کا کفن دفن اور کس کی نماز جنازہ ایک ہندو ٹھیلے والا تھا جو دس روپے فی لاش لے کر دس پانچ لاشیں ٹھیلے پر لاد کر عواقب سے بے خبر ہوکر انہیں دریا برد کردیتا تھا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک روز میری والدہ کی ران میں بھی گلٹی نکل آئی۔ مجھ کو اپنی والدہ سے بڑی محبت تھی۔ میں بھاگ کر حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کی خدمت میں پہنچا، جو والد صاحب کی وفات کے بعد تنہا ہمارے کفیل تھے اور سڑک کے دوسری طرف کی گلی میں رہائش پذیر تھے۔ (یہ مکان اب بھی جماعت احمدیہ شاہجہانپور کی ملکیت ہے)۔ حافظ صاحب کو جب میں نے یہ پریشان کن خبر سنائی تو انہوں نے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ ''بیٹا گھبراؤ نہیں اور فکر نہ کرو فوراً حکیم محمد صدیق صاحب کے پاس جا کر دوا لے آؤ اور جیسا وہ کہیں اس پر عمل کرو اور دعائیں بھی کرتے رہو۔ میں بھی دعا کر رہا ہوں''۔ میں فوراً حکیم صاحب کے پاس حاضر ہوا اور مدعا بیان کیا۔ وہ ایک نیک اور ہمدرد انسان تھے۔ انہوں نے بھی مجھے تسلی دی اور کچھ گولیاں بھی دیں۔

میں نے گھر آکر فوراً یہ عمل شروع کردیا لیکن شدت غم میں میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جن کو میں نے داہنے ہاتھ کی آستین سے صاف کرڈالا اور اماں پر ظاہر نہ ہونے دیا اور تھوڑے تھوڑے عرصہ بعد حضرت حافظ صاحب کو بھی اطلاع دیتا رہا۔ جن حالات سے میں ان دنوں گزر رہا تھا آج ان کا تصور بھی روح فرسا ہے۔ میں عواقب سے بے خبر ہوکر والدہ کی خدمت میں لگا ہوا تھا۔ تیسرے روز خدا خدا کر کے گلٹی پھوٹ گئی۔ میں بھاگ کر حضرت حافظ صاحب کے پاس پہنچا پھر حکیم صاحب کو بتایا۔ دونوں نے حال سن کر اطمینان کا اظہار کیا اور کچھ گولیاں اور دیں۔ ابھی یہ عمل جاری تھا کہ ایک اور گلٹی گردن میں نکل آئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ جس مریض کو دوسری گلٹی نکل آئے وہ اس مرض سے نجات نہیں پاسکتا لیکن مجھے اس وقت اس بارے میں کچھ علم نہ تھا اور پھر بھاگ کر حضرت حافظ صاحب کے پاس پہنچا۔ انہوں نے یہ سن کر کچھ سکوت اختیار کیا لیکن میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی بولے کہ فکر کی کوئی بات نہیں، فوراً جا کر حکیم صاحب کو خبر کرو۔ میں بھاگم بھاگ حکیم صاحب کے پاس پہنچا اور نئی گلٹی کا حال سنایا۔ پہلے تو وہ بھی خاموش ہوگئے لیکن پھر فوراً ہی بول پڑے کہ فکر کی کوئی بات نہیں جس نے پہلی گلٹی کا زہریلا مواد نکال کر باہر پھینک دیا تھا وہ اس دوسری گلٹی کے اثر کو بھی زائل کرسکتا ہے۔ انہوں نے کچھ گولیاں دیں اور پچھلے عمل کو دہرانے کے لئے کہا۔ خدا کو اپنے پیارے مسیح موعود کے لئے ایک اور معجزہ دکھانا منظور تھا کہ تیسرے روز گردن کی گلٹی بھی پھوٹ گئی اور اس مہلک مرض سے بکلی نجات مل گئی۔

پھر میں بسلسلہ ملازمت مراد آباد چلا گیا اور والدہ تنہا رہ گئیں تو حضرت حافظ صاحب نے میری والدہ سے نکاح پڑھوالیا۔ جب حضرت حافظ صاحب قادیان چلے گئے تو میری والدہ اس لق ودق مکان میں بالکل تنہا رہ گئیں۔ اسی دوران تقسیم ملک کا واقعہ پیش آگیا اور میں مراد آباد سے مع اہل وعیال نواب شاہ سندھ آگیا جہاں میرے خسر صاحب اسٹیشن ماسٹر تھے۔ پھر غالباً 1953ء میں پہلی بھیت (یوپی۔ انڈیا) میں بھی فسادات شروع ہوگئے تو والدہ صاحبہ نے مجھے لکھا کہ اب آکر مجھے لے جاؤ۔ چنانچہ مَیں تین ہفتہ کی رخصت لے کر شاہجہان پور پہنچا۔ اور انہیں اپنے ہمراہ لاہور لے آیا جہاں وہ میری ہمشیرہ کے پاس مقیم ہوگئیں اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 Friday December 02 , 2005 Issue No. 48

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

مغربی اور مشرقی تہذیبوں پر قہری نشانوں سے اتمام حجت

مسیح الزماں مہدی دوراں بانی احمدیت نے اپنی وفات سے ایک سال قبل ''حقیقت الوحی'' شائع فرمائی جو آپ کے عہد مسیحیت کی سب سے ضخیم اور معرکہ آراء کتاب ہے۔ اس تصنیف میں حضرت اقدس نے اسلام واحمدیت کی تصدیق کے لئے ظاہر ہونے والے ۲۰۸ نشانوں پر شرح وبسط سے روشنی ڈالی اس سلسلہ میں حضور نے نشان ۱۰۷ کی تفصیلات درج ذیل الفاظ میں سپرد قلم فرمائیں۔:

''۱۰۷۔ کئی مرتبہ زلزلوں سے پہلے اخباروں میں میری طرف سے شائع ہو چکا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے یہانتک کہ زمین زیروزبر ہو جائے گی۔ پس وہ زلزلے جو سان فرانسسکو اور فارموسا وغیرہ میں میری پیشگوئی کے مطابق آئے وہ تو سب کو معلوم ہیں لیکن حال میں ۱۶ / اگست ۱۹۰۶ء کو جو جنوبی حصہ امریکہ یعنی چلّی کے صوبہ میں ایک سخت زلزلہ آیا۔ وہ پہلے زلزلوں سے کم نہ تھا۔ جس سے پندرہ چھوٹے بڑے شہر اور قصبے برباد ہو گئے اور ہزارہا جانیں تلف ہوئیں اور دس لاکھ آدمی ابتک بے خانمان ہیں۔ شائد نادان لوگ کہیں گے کہ یہ کیونکر نشان ہوسکتا ہے۔ یہ زلزلے تو پنجاب میں نہیں آئے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ خدا تمام دنیا کا خدا ہے نہ صرف پنجاب کا اور اس نے تمام دنیا کے لئے یہ خبریں دی ہیں نہ صرف پنجاب کے لئے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کو ناحق ٹال دینا اور خدا کے کلام کو غور سے نہ پڑھنا اور کوشش کرتے رہنا کہ حق کسی طرح چھپ جائے مگر ایسی تکذیب سے سچائی چھپ نہیں سکتی۔

یادرہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے چرند پرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اُس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائینگے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔

اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین وآسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہانتک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیرمعمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسان میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔

وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی **اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہونگی** کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ **یہ اس لئے** کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدّت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل:16) اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔

اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے ہوئے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔

وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے وہ مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ''۔

(حقیقۃ الوحی طبع اوّل صفحہ ۲۵۳ تا ۲۶۷ تا ۲۶۹ تاریخ اشاعت ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء مطبع میگزین قادیان)

لمحہ فکریہ

اس تحریر پر کم وبیش سو سال گزر رہا ہے اور آج دنیا کا ہر شخص گواہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احقر الغلمان بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی آفات ارضی و سماوی کے متعلق یہ پیشگوئی ہر پہلو سے لفظاً لفظاً پوری ہو چکی ہے اور خدائی تقدیروں کے سامنے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کی مادّی تدبیریں صاف طور پر بے بس، ناکام اور نامراد دکھلائی دے رہی ہیں۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مشرقی اور مغربی تہذیبوں کے سیاسی علمبردار اپنی مادّی اور سیاسی سوچوں کی بجائے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اس کے حضور سچے دل سے توبہ کریں اور اپنے اندر روحانی انقلاب برپا کر کے اپنے خالق حقیقی کو منالیں تا وہ خدا کے ہو جائیں اور خدا اُن کا اور انکا ہی ہو جائے۔ ؎

ز آہ زُمرہ ابدال بایدت ترسید
علی الخصوص اگر آہ میرزا باشد

بارگاہ ایزدی میں دردناک التجا

اکیسویں صدی کی دردناک صورت حال میں ہم احمدیوں کا بھی فرض بنتا ہے کہ اپنے مقدس آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں استغفار اور متضرعانہ دعا کو اپنا دستور حیات بنا لیں۔ حضرت مصلح موعودؓ خدا کی بشارتوں کے تحت پیدا ہوئے اور مجسم نور تھے بایں ہمہ پوری عمر بارگاہ ایزدی میں یہ دردناک التجا کرتے رہے۔ ؎

میں ترا در چھوڑ کر جاؤں کہاں
چین دل، آرام جاں پاؤں کہاں
یاں نہ گر روؤں کہاں روؤں بتا
یاں نہ چلّاؤں تو چلّاؤں کہاں
تیرے آگے ہاتھ پھیلاؤں نہ گر
کس کے آگے اور پھیلاؤں کہاں

❁❁❁❁❁

بقیہ: مبلغین کے لئے ہدایات۔ از صفحہ نمبر2

ہی تعلق ہو۔ کسی کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ میرا علم کامل ہوگیا ہے۔ اس سے زیادہ جہالت کی کوئی اور بات نہیں ہے کیونکہ علم کامل نہیں ہوتا۔

❁ ......مبلغ میں ایثار کا مادہ ہو......ایثار کے موقع پر ایثار کر کے لوگوں میں اپنا اثر پیدا کرنا چاہیے تا کہ تبلیغ کا راستہ نکل سکے۔

❁ ......مبلغ کوئی موقع تبلیغ کا جانے نہ دے اسے ایک دھت لگی ہو کہ جہاں جائے جس مجلس میں جائے، جس مجمع میں جائے تبلیغ کا پہلو نکال ہی لے۔

❁ ......مبلغ بیہودہ بحثوں میں نہ پڑے بلکہ اپنے کام سے کام رکھے۔

❁ ......مبلغ کو اس بات کی بھی نگرانی کرنی چاہیے کہ ہماری جماعت کے لوگوں کے اخلاق کیسے ہیں۔

❁ ......مبلغ کے اپنے جسم میں ایک ایسا جوش اور ولولہ پیدا ہو جائے کہ جو زلزلہ کی طرح اس کے جسم کو ہلا دے اور وہ دوسروں میں زلزلہ پیدا کر دے۔ (انوار العلوم جلد نمبر ۵ صفحہ ۵۶۵ تا ۶۰۰)

پھر فرماتے ہیں:۔

❁ ......ہمارا یہ مقصد نہیں کہ علماء مباحثات کے لئے پیدا کریں۔ علماء کی غرض یہ ہے کہ وہ آفیسرز کی طرح ہوں جو اپنے اردگرد فوج جمع کریں اور اس سے کام لیں۔ یا اس گڈریے کی طرح جس کے ذمہ ایک گلّے کی حفاظت کرنا ہوتی ہے۔

❁ ......علماء کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ پیدا کریں جو دوسروں کو تبلیغ کرنے کے قابل ہوں۔ وہ خدمت گزاری اور شفقت علی الناس کا خود نمونہ ہوں اور دوسروں میں یہ بات پیدا کریں۔

❁ ......ان کا کام صرف تقریر کرنا ہی نہیں بلکہ لوگوں کے اخلاق کی تربیت کرنا ہے۔ انہیں تبلیغ کرنے کے قابل بنانا ہے اور پھر وہ اپنا تصنیف کا شغل ساتھ رکھیں۔ جہاں جائیں لکھنے پڑھنے میں مصروف رہیں۔ کوئی ادبی مضمون لکھیں۔ کسی مسئلے کے متعلق تحقیقات کریں۔ ضروری حوالے نکالیں تاریخی امور جمع کریں۔

❁ ......جو مبلغ اپنے اوقات کی حفاظت نہیں کرتے اور انہیں صحیح طور پر صرف نہیں کرتے وہ جماعت کے لئے ترقی کا موجب نہیں بن سکتے۔

❁ ......ہمارا ہر ایک مبلغ جہاں جائے وہاں دینی اور اخلاقی تعلیم کا کالج کھل جائے۔

❁ ......مبلغ کا کام یہ نہیں ہوتا کہ سپاہی کی جگہ بندوق یا تلوار لے کر خود لڑے بلکہ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ سپاہیوں کو لڑائے۔ اسی طرح مبلغ کا کام یہ ہے کہ جماعت کو تبلیغ کا کام کرنے کے لئے تیار کرے اور ان سے تبلیغ کا کام کرائے اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کی ترقی ہوسکتی ہے۔ پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ سکتی ہے۔ اسی طرح جماعت کی تربیت کی طرف مبلغین کو توجہ کرنی چاہیے۔

❁ ......ہر نقص کو رفع کرنا ان کا کام ہے۔ جب وہ یہ کام کریں گے تو لازمی طور پر جماعت کے لوگوں کے تعلقات ان کے ساتھ بڑھیں گے۔ ان سے خلوص اور تعاون بڑھے گا۔

(الفضل 21 نومبر 1935ء)